حرمت تصویر

علماء عرب وعجم کے فتاوی

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق واشاعت

Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore

K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149

H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001

Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

﴿أَشَدُّ النَّاسِ عَذَاباً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ﴾

(قیامت کے دن سخت ترین عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا)

(بخاری:۲/۸۸۰)

حرمت تصویر

علماء عرب وعجم کے فتاوی

تالیف:

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی دامت برکاتہم

بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

ناشر

شعبۂ تحقیق واشاعت

الجامعة الاسلامية مسيح العلوم ، بنگلور۔

فہرست

فوٹوگرافی اور علماء ہند وپاک کے فتاوی

تصویر کے بارے میں اکابر کا عمل

ٹی وی اور ویڈیو کی تصویر بھی حرام ہے 94

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ :

تصویر کی حرمت پر بہت سے علماء نے اب تک بہت کچھ لکھا ہے اور ہند و بیرون ہند کے دار الافتاؤں سے بھی اس کے بارے میں حرمت کے فتاوی بار بار جاری ہوتے رہے ہیں۔ اور تقریباً اس کا حرام و ناجائز ہونا عوام وخواص کے نزدیک ایک مسلمہ امر ہے۔ مگر اس کے باوجود اس میں عوام تو عوام خواص امت کا بھی ابتلاء عام ہے، اور اسی صورت حال کو دیکھ کر بعض ناواقف لوگوں کو اس کے جائز ہونے کا شبہ ہوجاتا ہے، بالخصوص جب علماء و مدارس اسلامیہ کے ذمہ دار حضرات کی جانب سے تصاویر کے سلسلہ میں نرم رویہ برتا جاتا ہے اور ان کی تصاویر اخبارات و رسائل وجرائد میں بلا کسی روک ٹوک کے شائع ہوتی ہیں تو ایک عام آدمی یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ یہ حلال ہونے کی وجہ سے لی جارہی ہے یا یہ کہ ان کے تساہل کا نتیجہ ہے؟ پھر جب وہ علماء کی جانب رجوع کرتا ہے اور اس کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں سوال کرتا ہے تو اس کو کہا جاتا ہے کہ یہ تو حرام ہے۔ اس سے اس کی پریشانی اور بڑھ جاتی ہے اور وہ علماء کے بارے میں کسی منفی رائے کے قائم کرنے

میں حق بجانب معلوم ہوتا ہے۔علماء کی تصاویر کے سلسلہ نے جہاں عوام الناس کو بے چینی و پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے، وہیں اس سے ایک حرام کے حلال سمجھنے کا رجحان بھی پیدا ہو رہا ہے، جو اور بھی زیادہ خطرناک وانتہائی تشویش ناک صورت حال ہے؛ کیونکہ حرام کو حرام اور حلال کو حلال سمجھنا ایمان کا لازمہ ہے، اگر کوئی حرام کو حلال سمجھنے لگے تو اس سے ایمان بھی متاثر ہوتا ہے۔

کسی عربی شاعر نے اسی صورت پر دلگیر ہو کر یہ مرثیہ لکھا ہے:

كَفٰى حُزْنًا لِلدِّينِ أَنّ حَمَاتَهُ

اِذَا خَذَلُوْهُ قُلْ لَنَا كَيْفَ يُنْصَرُ

مَتٰى يُسْلِمُ الْإِسْلَامُ مِمَّا أَصَابَهُ

اِذَا كَانَ مَنْ يُرْجٰى يُخَافُ وَ يُحْذَرُ

(دین پر غم کے لئے یہ کافی ہے کہ دین کے محافظ ہی جب اس کو ذلیل کریں تو مجھے بتاؤ دین کی کیسے نصرت ہوگی؟ اسلام کب ان باتوں سے محفوظ رہ سکتا ہے جو اس کو پیش آرہی ہیں جبکہ جن لوگوں سے اسلام کی حفاظت کے لئے امید لگی ہوئی تھی انھیں سے اس کو خوف وخطرہ لاحق ہو گیا ہے)

آج کئی مدارس اور علماء اور دینی وملی تحریکات کے ذمہ داران کی تصاویر آئے دن اخبارات میں بلا تامل شائع ہوتی ہیں، یہاں تک کہ بعض علماء کی جانب سے شائع ہونے والے ماہناموں میں بھی تصاویر کی بھرمار ہوتی ہے اور ان میں عورتوں اور لڑکیوں کی تصاویر بھی ہوتی ہیں۔کیا یہ صورحال انتہائی تعجب خیز اور افسوس ناک نہیں؟ علماء جو رہبران قوم تھے ان کا خود یہ حال ہو تو عوام الناس کہاں جائیں؟

کسی شاعر نے کہا:

بِالْمِلْحِ نُصْلِحُ مَا نَخْشٰی تَغَیُّرَہٗ فَکَیْفَ بِالْمِلْحِ اِنْ حَلَّتْ بِہِ الْغِیَرُ

(ہم نمک کے ذریعہ اس کھانے کی اصلاح کرتے ہیں جس کے خراب ہوجانے کا خدشہ ہو، اگر نمک ہی میں خرابی پیدا ہوجائے تو کیا حال ہوگا)

ہمارے اکابر وعلماء ومشائخ تو حلال امور میں بھی احتیاط برتتے اور لوگوں کے لئے تقوے کا ایک اعلی نمونہ ہوا کرتے تھے، اور یہاں یہ ہو رہا ہے کہ حرام کا ارتکاب بےمحابا اور کھلے طور پر کیا جا رہا ہے۔ اگر اس میں اختلاف بھی مان لیا جائے تو رہبران قوم کا کیا فرض بنتا ہے؟ اس پر غور کیجئے۔

حرمت تصویر اور جمہور امت کا مسلک

عکسی تصویر اور ٹی وی اور ویڈیو کے بارے میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ علماء ہندو پاک ہی ان کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور عالم اسلام کے دوسرے علماء جیسے علماء عرب ومصر وغیرہ سب کے سب ان کو جائز کہتے ہیں، یہ غلط فہمی خود بندے کو بھی رہی، لیکن ایک مطالعہ کے دوران علماء عرب ومصر کے متعدد فتاوی وتحریرات نظر سے گزریں تو اندازہ ہوا کہ ان حضرات میں سے بھی جمہور علماء کا ''عکسی تصویر'' اور ''ٹی وی'' اور ''ویڈیو'' کے بارے میں وہی نقطہ نظر ہے جو ہندوستانی وپاکستانی علماء کا شروع سے رہا ہے۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ وہاں کے بعض گنے چنے علماء نے عکسی تصویر کو جائز کہا ہے اور ٹی وی اور ویڈیو کی تصاویر کو بھی عکس مان کر ان کو بھی جائز کہا ہے، لیکن یہ وہاں کے جمہور کا فتوی نہیں ہے، جمہور علماء اسی کے قائل ہیں کہ یہ تصاویر کے حکم میں

ہیں اوراس لئے حرام وناجائز ہیں۔اورخود وہاں کے علماء نے مجوزین کا خوب ردوانکار بھی کردیا ہے۔جیسے شیخ حمود بن عبداللہ التویجری نے ” تحريم التصوير “ اور ” الاعلان بالنكير على المفتونين بالتصوير “نامی رسائل اسی سلسلہ میں لکھے ہیں، نیز جامعہ قصیم کے استاذ شیخ عبداللہ بن محمد الطیار نے ” صناعة الصورة باليد مع بيان احكام التصوير الفوتوغرافي “ کے نام سے رسالہ لکھا ہے،اور مصر کے عالم شیخ ابوذر القلمونی نے ”فتنة تصوير العلماء “ کے نام سے ان کا رد لکھا ہے، نیز علماء نے اپنے اپنے فتاویٰ میں بھی اس پر کلام کیا ہے۔اسی طرح ڈش آنٹینا جس کا فساد اب حد سے تجاوز کرگیا ہے اوراس نے انسانوں کی تباہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے،اس کے بارے میں بھی علماء عرب کے فتاویٰ میں حرمت کا حکم اوراس سے بچنے کی تلقین موجود ہے۔

حرمت تصویر اور علماء ہندوپاک

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کیمرے کی عکسی تصویر کی حرمت میں اگر چہ کہ معاصر علماء کے درمیان میں اختلاف ہوا ہے،اور ایک چھوٹی سی جماعت اس کے جواز کی جانب مائل ہوئی ہے،لیکن اس میں کیا شک ہے کہ تصویر کی حرمت جمہور امت کا متفقہ فتویٰ و فیصلہ ہے،عرب سے لیکر عجم تک جمہور امت نے اسی کو قبول کیا ہے۔

جہاں تک علماء ہندوپاک کا تعلق ہے، بات بالکل واضح و مسلم ہے۔فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے تو اپنے رسالہ ”التصوير لأحكام التصوير“،میں یہ تصریح کی ہے کہ ان کے زمانے تک کم ازکم ہندوستان (جواس وقت تک غیر منقسم تھا) میں حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ کے علاوہ کسی نے جواز پر قلم نہیں اٹھایا اور پھر انھوں نے بھی اس سے رجوع کرلیا۔

(جواہر الفقہ :۳/۱۷۱)

یہاں یہ عرض کردینا مناسب ہوگا کہ حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ نے ماہنامہ ''معارف'' کی متعدد قسطوں میں ایک مضمون عکسی تصویر کے جائز ہونے پر لکھا تھا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اس کے رد میں **"التصویر لأحکام التصویر"** لکھی، اس کو دیکھ کر حضرت مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنے جواز کے قول سے رجوع کرلیا تھا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ یہ رجوع واعتراف کا مضمون علامہ سید صاحب کے کمال علم اور کمال تقوی کا بہت بڑا شاہکار ہے، اس پر خود حضرت مرشد تھانوی سیدی حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے غیر معمولی مسرت کا اظہار نظم میں فرمایا۔

اس سلسلہ میں دوسری بڑی شہادت وگواہی یہ ہے کہ عالم اسلام کی مشہور ومعروف علمی وروحانی شخصیت حضرت اقدس مولانا ابوالحسن علی ندوی علیہ الرحمہ نے بھی اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ہندوستان کے تمام مسلمان تصویر کے حرام ہونے پر متفق ہیں ۔ چنانچہ آپ کی کتاب لاجواب **" ما ذا خسر العالم بانحطاط المسلمین "** کے شروع میں فضیلۃ الشیخ الاستاذ احمد الشرباصی نے حضرت والا کا جو تعارف لکھا ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں کہ:

''آپ ہر قسم کی تصویر کو برا سمجھتے تھے، اور خود پر اس کو پوری سختی سے حرام قرار دیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں ایک بار آپ کے ساتھ قاہرہ کے ایک بڑے مطبع میں گیا تو مطبع کے مصور نے آپ کی ایک یادگار تصویر اتارنے کی اجازت چاہی تو آپ نے منع کردیا اور ذکر کیا کہ : **ان المسلمین في الهند متفقون علی حرمة التصویر**'' (ہندوستان کے مسلمان تصویر کی

حرمت پر متفق ہیں) (ماذا خسر العالم:۲۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا ابوالحسن ندوی علیہ الرحمۃ بھی خود تصویر کو حرام سمجھتے تھے اور اس کو کم از کم ہندوستان کے تمام علماء کا متفقہ فیصلہ قرار دیتے تھے۔

اور یہاں یہ بھی عرض کر دینا خالی از فائدہ وعبرت نہیں کہ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد صاحب مرحوم جنھوں نے مدت دراز تک اپنا مشہور اخبار ''الہلال'' با تصویر شائع کیا، جب وہ رانچی کی جیل میں تھے، آپ کے متعلقین نے آپ کی سوانح شائع کرنا چاہی تو آپ سے سوانح کے ساتھ شائع کرنے کے لئے ایک تصویر کا مطالبہ کیا، اس پر مولانا ابوالکلام آزاد نے جو جواب دیا وہ خود اسی ''تذکرہ'' میں شائع کیا گیا ہے، جس میں آپ نے لکھا ہے کہ:

''تصویر کا کھنچوانا، رکھنا، شائع کرنا سب ناجائز ہے، یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھنچوائی اور ''الہلال'' کو باتصویر نکالا تھا، اب میں اس غلطی سے تائب ہو چکا ہوں، میری پچھلی لغزشوں کو چھپانا چاہئے نہ کہ از سرنو ان کی تشہیر کرنا چاہئے''۔ (بحوالہ جواہر الفقہ :۳/۱۷۱)

الغرض اس سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کم از کم ہندوستان کے علماء کا تصویر کے عدم جواز پر اتفاق تھا۔ اور رہا حضرت سلیمان ندوی کا جواز کا خیال، تو آپ نے خود اس سے رجوع کر لیا اور سب کے موافق عدم جواز کے قائل ہو گئے۔

تصویر کے بارے میں علماء عرب ومصر کا موقف

اسی طرح دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی جمہور علماء کا فتوی تصویر کے

ناجائز ہونے ہی کا ہے، عام طور پر لوگ مصر کے علماء کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ اس کو جائز قرار دیتے ہیں، مگر یہاں بھی یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ بھی مصر کے چند علماء کا فتوی ہے، سب کا اور جمہور کا نہیں، اس کی شہادت مصر ہی کے ایک عالم شیخ ابوذر القلمونی کی یہ عبارت دیتی ہے جوانھوں نے اپنی کتاب " **فتنة تصوير العلماء** "میں لکھی ہے کہ:

" ثم حريّ بطلبة العلم تدارك هذه الفتنة، اذ تحريم التصاوير كان مستقرا بين اخواننا، ثم في العقد الاخير اخذ هذا المنكر يفشو و يذيع ،حتى صار هو الاصل، وصار المحق عازفا عن الانكار، اجتنابا للذم".

(فتنة تصوير العلماء:۵)

اس سے معلوم ہوا کہ مصر میں بھی جمہور علماء کے مابین یہی بات مسلم و طے شدہ تھی کہ تصویر حرام ہے۔لہذا مطلقا یہ کہنا کہ مصر کے علماء اس کو جائز کہتے ہیں خلاف واقعہ ہے۔

اور سعودی حکومت کی جانب سے قائم کردہ دارالافتاء اور علمی مسائل کی تحقیق کا ایک بڑا و معتبر عالمی مرکز "**اللجنة الدائمة للبحوث العلمية و الإفتاء**" نے ایک فتوی میں کہا کہ:

"القول الصحيح الذي دلت عليه الأدلة الشرعية وعليه جماهير العلماء :أن أدلة تحريم تصوير ذوات الأرواح تضم التصوير الفوتوغرافي واليدوي،مجسما أو غير مجسم ،لعموم الادلة۔

(صحیح قول جس پر شرعی دلائل دلالت کرتے ہیں اور جس پر جمہور علماء قائم

ہیں یہ ہے کہ جاندار چیزوں کی تصویر کی حرمت کے دلائل فوٹو گرافی کی تصویر اور ہاتھ سے بنائی جانے والی تصاویر سبھی کو شامل ہے، خواہ وہ مجسم ہو یا غیر مجسم ہو، دلائل کے عام ہونے کی وجہ سے) (فتاوی اسلامیۃ:۴/۳۵۵)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ جمہور امت خواہ وہ مصر کے لوگ ہوں یا سعودی کے یا کسی اور علاقے کے وہاں جمہور اس کے عدم جواز پر متفق ہیں۔

نیز یہ بھی سنتے چلئے کہ ایک مرتبہ عربی مجلّہ ''عکاظ'' میں سات علماء کا تصویر کے جواز کا فتوی شائع ہوا تو علماء نے اسی وقت اس کا رد کیا۔ سعودی عرب کے ایک مفتی شیخ حمود بن عبداللہ بن حمود التویجری نے ''تحریم التصویر'' کے نام سے اس کا باقاعدہ رد لکھا ہے، اس رسالہ میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

> ''جریدہ عکاظ والوں نے اس شاذ فتوی کا جو رسول اللہ ﷺ کے تصاویر کو مٹانے کے حکم کے مخالف ہے، اس کا جو عنوان رکھا ہے وہ ہے: علماء مصلحت پر متفق ہیں، اور یہ کہ تصویر حرام نہیں ہے۔ اس باطل عنوان کو قائم کرنے میں اہل جریدہ کو بہت بڑی خطا لگی ہے، کیونکہ اس سے عوام یا خواص کالعوام کو یہ وہم ہوتا ہے کہ مصلحت کی وجہ سے تصویر لینے کے حلال ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور یہ کتاب اللہ وسنت رسول کو مضبوط پکڑنے والے متقدمین و متأخرین علماء پر ایک بہتان ہے ؛ کیونکہ وہ تو تصویر سے منع کرتے اور اس میں سختی کرتے ہیں، اور ان سہولت پسند لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں جو فتوی دینے میں بغیر تثبت کے جلد بازی کرتے ہیں ؛ کیونکہ شریعت مطہرہ میں مصلحت

سے یا بغیر مصلحت کسی بھی وجہ سے تصویر کا حلال ہونا وارد نہیں ہے
۔اوراگران مسائل میں سے کسی مسئلہ میں جس میں کوئی نص نہ ہو
،سات علماء ایک قول پر اجماع کرلیں اوران کی بات معقول بھی
ہوتب بھی ان کا قول اجماع نہیں ہے جس کا ماننالازم ہو، بلکہ ان
کےاور دیگر علماء کے اقوال کودیکھا جائے گا اوران کی بات قبول کی
جائے گی ،جن کا قول کتاب اللہ وسنت سے مؤید ہو۔
(تحریم التصویر:۲)

دیکھئے کس قدر صفائی کے ساتھ اس فتوی کو شاذ اورمخالف احادیث قرار دیا ہے اور جمہور علماء کے نقطۂ نظر سے ٹکرانے والا قرار دیا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ حجاز ومصر کے جمہور علماء بھی حرمت تصویر پر متفق ہیں۔

تصویر کے باب میں اختلاف کی حیثیت

ہاں بعض علماء جن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے، انھوں نے ضرور عکسی تصویر کے متعلق جواز کا فتوی دیا ہے،مگراس کے بارے میں غور طلب بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف کی حیثیت ونوعیت کیا ہے؟

کیونکہ بنظر غائر مطالعہ سے یہ بات واضح طور پرسامنے آتی ہے کہ ہر اختلاف ایک ہی درجہ کا نہیں ہوتا ،اوراس کی وجہ سے مسئلہ میں تخفیف نہیں ہوجاتی ، بلکہ اس میں بھی اختلاف کی نوعیت وحیثیت کا لحاظ رکھنا پڑے گا ،ورنہ غور کیجئے کہ ڈاڑھی منڈانے کے مسئلہ میں بھی مصریوں کا اختلاف ہے، جمہورامت یہ کہتی ہے کہ حرام ہے جبکہ مصریوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے، حتی کہ جامعۃ الازھر کے بعض مفتیوں نے بھی اس کو صرف سنت کہتے ہوئے منڈانے کو جائز کہا ہے۔

(دیکھو فتاوی الازھر:۲/۱۶۶)

کیا اس کا کوئی اثر جمہور امت نے قبول کیا ؟ اور کیا اس کی وجہ سے حرمت کے فتوے میں کوئی گنجائش برتی گئی ؟ کیا یہاں بھی یہ کہا جا سکے گا کہ ڈاڑھی منڈانے کے مسئلہ میں چونکہ مصریوں کا اختلاف ہے، اس لئے اس میں بھی شدت نہ برتی جائے اور منڈانے والوں کو گنجائش دی جائے، اور اگر امام لوگ بھی منڈائیں تو ان پر بھی کوئی نکیر نہ کی جائے؟

اسی طرح ربا یعنی سود کی حرمت ایک متفقہ امر ہے مگر چند برسوں سے بینکوں کے نظام کے تحت وصول ہونے والے سود کو بعض لوگ جائز کہنے لگے ہیں اور ان کا کہنا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اور نزول قرآن کے وقت جو سود رائج تھا وہ ذاتی وشخصی ضروریات پر لئے جانے والے قرضوں کی بنیاد پر لیا جاتا تھا اور یہ واقعی ایک ظلم ہے، لہذا وہ ناجائز ہے، مگر بینکوں کے اس دور میں قرضے ذاتی ضرورت کے بجائے تجارتی ضرورت کے لئے لئے جاتے ہیں اور اس میں حرمت سود کی وہ علت نہیں پائی جاتی جو اُس دور میں تھی، لہذا یہ بینکوں والا سود جائز ہے۔ اور لکھنے والوں نے اس پر مضامین بھی لکھے اور کتابیں بھی لکھیں، جیسے ایک صاحب نے ''کمرشیل انٹرسٹ کی فقہی حیثیت'' لکھی ہے۔ فرمایئے کہ کیا اس اختلاف کو بھی مؤثر مانا جائے گا ؟ اور اس کی وجہ سے سود کی حرمت بھی حدود جواز میں داخل سمجھی جائے گی اور اس میں سختی کرنا فعل مکروہ اور غیر دانشمندانہ کام ہوگا ؟

ایک اور مسئلہ سنئے کہ چاند کے ثبوت کا مدار شریعت نے رویت پر رکھا ہے، نہ کہ فلکیاتی حسابات پر، جمہور امت نے اسی کو اختیار کیا ہے، اور اس سے ہٹ کر ایک طائفہ قلیلہ نے چاند کے ثبوت کے لئے فلکیاتی حسابات کو بھی معیار مانا ہے

مگراس کوعلماء نے مذہب باطل قرار دیا ہے۔

اسی طرح گانا بجانا مزامیر کے ساتھ حرام ہے، مگر اس میں علامہ ابن حزم ظاہری، علامہ محمد بن طاہر المقدسی اور علامہ ابوالفرج اصفہانی نے اختلاف کیا ہے اوراس کو جائز قرار دیا ہے۔اور بالخصوص آخری دوحضرات نے تواس سلسلہ میں مواد فراہم کرنے کی بڑی کوشش کی ہے حتی کہ ابوالفرج نے اپنی کتاب ''الاغانی'' میں شرابیوں کبابیوں، گویوں اور موسیقاروں کے حالات بھی خوب جمع کردئے ہیں مگر کیااس اختلاف کوکسی بھی معتبر عالم ومفتی نے درخوراعتناء سمجھااور گانے بجانے کی حرمت کوخفیف ومعمولی قرار دیا؟

اسی طرح ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں یا تین؟ اس میں جمہورامت کا موقف یہ ہے کہ تین طلاق تین ہی ہوتی ہیں خواہ مجلس ایک ہو یا الگ الگ۔مگر علامہ ابن تیمیہ نے اس میں بعض حضرات صحابہ وائمہ کے اختلاف کا ذکر کیا ہے،اورامت کےعلماء وعوام میں سے اہل حدیث واہل ظواہر نے اسی کواختیار کیا ہے اوروہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کوایک قرار دیتے ہیں،مگر جمہورامت نے اس کوقبول نہیں کیا، بلکہ ہمیشہ فتوی اسی پردیا گیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں ۔دیکھئے اختلاف ہونے کے باوجد اس کا کوئی اثر حرمت کے فتوے پرنہیں پڑا۔کیا کسی معتبر عالم ومفتی نے اس اختلاف کے پیش نظر ایک مجلس کی تین طلاق میں ایک قرار دینے کی گنجائش دی؟

اس کی ایک اور مثال لیجئے کہ اسلاف میں سے بعض بڑی اہم شخصیات سے متعہ کا جوازنقل کیا گیا ہے جس کوجمہورامت نے قبول نہیں کیا،اور بعد کےادوار میں تواس کی حرمت پراجماع ہی ہوگیا۔ (دیکھوفتح الباری:۱۷۳/۹)

اسی طرح بعض بڑے بڑے صحابہ وائمہ سے جواز وطی فی الدبر کا قول بھی منقول ہے، اگر چہ کہ بعض کی جانب اس کا انتساب صحیح طور پر ثابت نہیں، لیکن بعض حضرات جیسے ابن عمر سے اس کا بروایت صحیحہ ثابت ہونا ابن حجر نے فتح الباری میں بیان کیا ہے۔ لیکن حضرت ابن عباس نے ان کی بات کو وھم قرار دیا ہے۔ اسی طرح بعض نے امام مالک سے اس کا ثابت ہونا لکھا ہے، اگر چہ کہ ان کے اصحاب اس کا انکار کرتے ہیں۔

(دیکھو تفسیر القرطبی: ۳/۹۳، الدر المنثور: ۲/۶۱۰-۶۱۲، فتح الباری: ۸/۱۹۰، عمدۃ القاری: ۲۶/۴۶۲)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر اختلاف ایک درجہ کا نہیں، کہ اس کو اہمیت دی جائے اور اس کی وجہ سے مسئلہ میں خفت و ہلکا پن خیال کیا جائے۔ لہذا جو حضرات اس کو ایک اختلافی مسئلہ قرار دیکر اس کی حرمت کو ہلکا سمجھتے یا سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں وہ ایک سعی لاحاصل میں لگے ہوئے ہیں۔

اختلاف سے فائدہ اٹھانے والوں کے لئے قابل غور

لہذا یہاں ان حضرات کے لئے جو اختلاف سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں دو باتیں قابل غور ہیں:

ایک تو یہ کہ تصویر کو جائز کہنے والوں نے کسی مضبوط دلیل کی بنیاد پر جواز کو اختیار نہیں کیا ہے، بلکہ بعض احادیث کے سمجھنے میں غلط فہمی کا شکار ہو کر جواز کی بات کہی ہے۔ اور وہ غلط فہمی کیا ہے اس کا ذکر اس رسالہ میں علماء کے فتاوی سے معلوم ہو جائے گی۔ لہذا کسی غلط فہمی کی بنیاد پر اختلاف کو دلیل کی بنیاد پر اختلاف کے درجہ میں سمجھنا ایک اصولی غلطی ہے۔ اس اختلاف کی مثال ڈاڑھی منڈانے میں اختلاف

سے دی جاسکتی، جس کو محض ایک غلط فہمی کہا جاسکتا ہے۔لہذا ان مجوزین کا قول ایک شاذ قول کی حیثیت رکھتا ہے جس کو معمول بہ بنانا اور اس پر عمل درآمد کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ بالخصوص اس صورت میں جبکہ جواز کے دلائل کے ضعف و کمزوری کو حضرات علماء نے واضح کر کے حقیقت سے پردہ اٹھا دیا اور جائز قرار دینے والوں کی غلط فہمی کو دور کر دیا ہے۔

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ جواز تصویر کے قائلین اور حرمت تصویر کے قائلین ان دونوں کے علمی و عملی مقام و حیثیت اور ان کے تفقہ و دیانت کے معیار میں محاکمہ کیا جائے تو حرمت کے قائلین کے لحاظ سے جواز کے قائلین کا کوئی خاص مقام و حیثیت نہیں معلوم ہوتی۔ ایک جانب حرمت تصویر کے قائلین میں اپنے زمانے کے آسمان علم و عمل کے آفتاب و مہتاب فقہاء نظر آئیں گے، جن کے علم و عمل، تقویٰ و طہارت، تفقہ و بصیرت، ثقاہت و دیانت اہل اسلام کے نزدیک مسلمات میں سے ہے، تو دوسری جانب جواز کے قائلین وہ حضرات ہیں جن میں سے بیشتر کو عام طور پر جانا پہچانا بھی نہیں جاتا اور اگر جانا پہچانا جاتا ہو تو ان کا مقام و درجہ فتویٰ و فقہ کے بارے میں وہ نہیں جو پہلے طبقے کے لوگوں کو حاصل ہے۔لہذا ان دونوں میں سے کیا ان کا فتویٰ قابل عمل و لائق توجہ ہونا چاہئے جن کی شان تفقہ و افتاء اور، جن کی ثقاہت و عدالت مسلم ہے یا ان کا جن کو یہ درجہ حاصل ہی نہیں؟ اس پر غور کیا جائے۔

ایک اور بات قابل توجہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اگرچہ اختلاف ہوا ہے، مگر فتویٰ کے لئے علماء نے حرمت ہی کے قول کو ترجیح دی ہے، ہندوستان و پاکستان کے بارے میں تو سبھی جانتے ہیں کہ یہاں کے علماء نے ہمیشہ اس کے عدم جواز ہی کا فتویٰ دیا ہے، اور اسی طرح عرب دنیا میں بھی یہی صورت حال ہے، سعودی عرب

کے ایک عالم شیخ ولید بن راشد السعیدان نے ''حکم التصویر الفوتو غرافی'' میں لکھا ہے کہ عکسی تصویر کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے اس سے منع کیا ہے اور یہ حضرات اکثر ہیں اور اسی قول پر سعودی عرب کے اندر فتوی ہے۔

(حکم التصویر الفوتو غرافی:۱۱)

جب فتوی حرمت پر ہے تو اس سے اعراض کرنا اور اس کے خلاف کو ترجیح دینا چہ معنے دارد؟ یہ بات قابل غور ہے؛ کیونکہ بلا وجہ مفتی بہ قول کو چھوڑ کر شاذ قول پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے۔

الغرض تصویر کے مسئلہ میں جب ایک جانب جمہور امت ہے اور اس کے اساطین وائمہ ہیں اور وہ سب کے سب تقریباً اس کی حرمت پر متفق ہیں، اور جمہور کے نزدیک مجوزین کی رائے غلط فہمی کا نتیجہ اور بے دلیل ہے، اور پھر جمہور نے ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا اور حق کو دلائل کی روشنی میں واضح کر دیا ہے، تو ان کے قول سے گریز کرنا اور ایک چھوٹی سی جماعت کے قول ہی کو ترجیح دینا کس بنیاد پر ہے؟ کیا جمہور امت کا موقف اس لائق نہیں کہ اس کو ترجیح دی جائے؟ بلکہ جمہور علماء عرب وعجم کی بات کو قبول نہ کر کے ایک شاذ قول کا اس قدر احترام کرنا کہ گویا وہی صحیح ہے اور حرمت کا قول گویا باطل وغلط ہے، کیا یہ طرز عمل کسی صالح معاشرے و نیک ذہن کی پیداوار ہے یا کسی بیمار ذہنیت کا نتیجہ؟ امام حدیث عبدالرحمٰن بن مھدی نے اسی لئے فرمایا کہ:'' **لا يكون اماما في العلم من أخذ بالشاذ من العلم** ''

(جو شخص علماء کے شاذ قول کو لیتا ہے وہ علم کی دنیا میں امام نہیں ہوسکتا)

(جامع بیان العلم:۲/۴۸)

جمہور علماء کی مسئلۂ تصویر میں شدت

پھر یہاں ایک اور بات قابل لحاظ ہے کہ اگر مسئلۂ تصویر ایک اختلافی مسئلہ ہونے کی وجہ سے اس میں شدت بلکہ اس پر نکیر کوئی غلط بات ہوتی تو جمہور علماء امت نے اس پر کیوں نکیر کی اور پوری شدت سے کی؟ چنانچہ علماء عرب وعجم نے تصویر کو جائز قرار دینے والوں پر جس قدر شدت برتی ہے، اس سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف کی وہ حیثیت نہیں جو مسائل اختلافیہ کو حاصل ہے ورنہ ان حضرات اکابر کا یہ شدت برتنا جائز نہ ہوتا؛ کیونکہ علماء نے تصریح کی ہے کہ مسائل اختلافیہ میں ایک دوسرے پر اعتراض جائز نہیں اور یہاں صورت حال یہ ہے کہ جواز کے قول پر سختی سے تردید کی گئی ہے۔ جس کے نمونے اس رسالہ میں موجود اکابرین کے فتاوی میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

مثلاً علامہ شیخ ابن باز نے بعض فتاوی میں لکھا ہے کہ:

''ہم نے جواب میں جو احادیث اور اہل علم کا کلام نقل کیا ہے اس سے حق کے متلاشی پر یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ لوگ جو کتابوں، مجلوں، رسالوں اور جریدوں میں جاندار کی تصویر کے سلسلہ میں وسعت برت رہے ہیں یہ واضح غلطی اور کھلا ہوا گناہ ہے۔'' (فتاوی شیخ ابن باز: ۴/۱۷۹-۱۸۹)

مفتی علامہ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ نے لکھا ہے کہ:

''جس نے یہ خیال کیا کہ شمسی تصویر منع کے حکم میں داخل نہیں اور یہ کہ منع ہونا مجسم صورت اور سایہ دار چیزوں کی تصویر کے ساتھ خاص ہے تو اس کا خیال باطل ہے۔''
(فتاوی ورسائل شیخ محمد بن ابراہیم: ۱/۱۳۴)

اللجنۃ الدائمۃ کے ایک فتوی میں لکھا ہے کہ:

''انسان وحیوان وغیرہ جاندار چیزوں کی شمسی وعکسی تصویر لینا اوران کو باقی رکھنا حرام ہے بلکہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔''

(فتاوی اللجنۃ الدائمۃ:۱/۴۵۹،رقم الفتوی:۱۹۷۸)

اورعلامہ شیخ عبدالرحمٰن بن فریان ''شمسی تصویر کی حرمت'' پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ولا تغترّ ايها المسلم بِمَنْ تَنَطَّعَ بمعسول الكلام وقام يحلّل و يحرّم ، بغير دليل و برهان ، بل بمجرد الرأي والهذيان ، من بعض متعلمة هذه الأزمان ، و أجاز الصور الضوئية وجعل المنع خاصا بما له أجسام ، سبحان الله ! من أين هذا التفريق و لم يجى لا في سنة ولا قرآن ـ

(اے مسلم! تو اس زمانے کے بعض علم کی جانب منسوب لوگوں سے دھوکہ نہ کھانا جو چکنی چپڑی باتیں کرتے اور بلا دلیل و برہان، محض اپنی رائے اور بکواس سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے ہیں، اور عکسی تصویر کو جائز قرار دیتے اور منع کو صرف ان تصویروں سے خاص کرتے ہیں جو مجسمہ کی شکل میں ہوں۔ سبحان اللہ! یہ فرق کہاں سے آیا؟ جبکہ نہ تو سنت میں یہ فرق آیا اور نہ قرآن میں آیا؟)

پھر آگے چلکر لکھتے ہیں کہ:

” فیجب علی المسلمین انکار هذا المنکر ولا یجوز لهم السکوت ولا یُغترّ بفشوه و رواجه فان المنکر هو بحاله منکر کما هو في الشرع ولا یُحِلّله کثرتُه و رواجُه ولا محبةُ البعض و ارتکابُه“ .

(الدرر السنیۃ: ۲۳۴/۱۵)

(لہذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اس منکر پر انکار ونکیر کریں اور اس پر ان کی خاموشی جائز نہیں ہے، اور تصویر کے رواج اور عام ہو جانے سے دھوکہ نہ کھایا جائے ؛ کیونکہ منکر تو ہر حال میں منکر ہے، اس کا عام ہو جانا اور رواج پا جانا اس کو حلال نہیں کر دیتا اور نہ بعض لوگوں کی اس سے محبت اور اس کا مرتکب ہونا اس کو جائز کرتا ہے)

قابل غور یہ ہے کہ اگر تصویر کے مسئلہ میں اختلاف اس درجہ کا ہوتا جو مختلف فیہ مسائل میں ہوتا ہے تو کیا اس قدر شدت کا جواز تھا، جو ان حضرات نے اختیار کیا ہے، اور تصویر کو حرام بلکہ گناہ کبیرہ قرار دیا ہے اور جواز کے قائلین کو کھلی غلطی وواضح گناہ پر ٹھیرایا ہے؟ اور اہل اسلام کو اس پر انکار ونکیر کرنا ضروری قرار دیا ہے اور خاموشی کو نا جائز کہا ہے اور اس کے عام ہو جانے اور رواج پا جانے کو بے اثر ٹھیرایا ہے؟ نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اس اختلاف کو وہ حضرات کوئی قابل لحاظ ہی نہیں مانتے تھے۔

اسی طرح ہند و پاک کے علماء کا بھی رویہ رہا ہے، ایک دو حضرات کے

اس سلسلہ میں فتاوی نقل کر دینا اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی نے ایک اسکول کے جلسہ (جس میں تصویر لی جاتی ہے) کے بارے میں سوال پر لکھا ہے کہ:

''یہ معصیت کی مجلس ہے جس میں شرکت قطعاً جائز نہیں بلکہ دوران مجلس اس قسم کی حرکت شروع ہو تب بھی روکنے کی قدرت نہ ہونے والے ہر شخص پر اٹھ جانا واجب ہے''، نیز لکھا کہ تصویر سازی شریعت کی رو سے ایک کبیرہ گناہ ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ: انتہائی قلق کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ تصویر کی لعنت عوام سے تجاوز کر کے خواص بلکہ علماء تک پھیل گئی ہے جس کا افسوسناک نتیجہ سامنے آرہا ہے کہ بہت سے لوگ ان حضرات کے اس طرز عمل کو دیکھ کر اس قطعی حرام کو حلال باور کرنے لگے

(احسن الفتاوی: ۸/۴۱۷، ۴۱۸، ۴۳۴)

پاکستان میں ایک جگہ ایک مسجد میں رمضان میں ختم قرآن کے موقعہ پر جلسہ ہوا، اس میں ایک وہیں کے مدرس صاحب نے جلسہ کی تصاویر لیں، لوگوں کے منع کرنے پر اس نے بتایا کہ یہ ریل امام صاحب نے بھروائی ہے، اور ان ہی کی اجازت سے تصویر لے رہا ہوں، اور ایسا سب جگہ ہوتا ہے، الغرض اس نے ضد میں تصاویر کھینچیں اور خود ان امام صاحب کے مائک پر آنے پر ان کی بھی تصاویر لیں، اس واقعہ کا ذکر کر کے کسی نے حضرت مولانا یوسف لدھیانوی سے سوال کیا تو اس کے جواب میں حضرت نے لکھا ہے کہ:

''تصویریں بنانا خصوصاً مسجد کو اس گندگی کے

ساتھ ملوث کرنا حرام اور سخت گناہ ہے۔اگر یہ حضرات
اس سے علانیہ توبہ کا اعلان کریں اور اپنی غلطی کا اقرار کر
کے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں تو ٹھیک ہے ،ورنہ ان
حافظ صاحب کو امامت سے اور تدریس سے الگ کر دیا
جائے۔اوران کے پیچھے نماز ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے"

(آپ کے مسائل اوران کا حل:۷/۶۱)

اسی طرح علماء و بزرگان کی آئے دن اخبارات میں شائع ہونے والی تصاویر کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:تصویر بنانا اور بنوانا گناہ ہے،لیکن اگر قانونی مجبوری کی وجہ سے ایسا کرنا پڑے تو امید ہے کہ مواخذہ نہ ہوگا۔ باقی بزرگان دین نے اول تو تصویریں اپنی خوشی سے بنوائی نہیں ،اور اگر کسی نے بنوائی ہوں تو کسی کا عمل حجت نہیں ،حجت خدا اور رسول ﷺ کا ارشاد ہے۔

(آپ کے مسائل:۷/۶۲)

ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :فلم اور تصویر آنخضرت ﷺ کے ارشاد سے حرام ہے،اوران کو بنانے والے ملعون ہیں۔

(آپ کے مسائل:۷/۶۷)

پاکستان کے وزیر خارجہ سردار آصف احمد نے ایک بیان میں کہا تھا کہ اسلام میں رقص وموسیقی اور تصویر سازی پر کوئی پابندی نہیں ہے۔اس کا رد کرتے ہوئے آپ نے اولاً ان امور کے بارے میں احادیث نقل کئے ہیں پھر لکھا ہے کہ: آنخضرت ﷺ کے ارشادات کے بعد سردار آصف احمد کا یہ کہنا کہ اسلام میں ان چیزوں پر کوئی پابندی نہیں ،قطعاً غلط وخلاف واقعہ ہے اوران کے اس فتویٰ کا منشاً یا تو

ناقص مطالعہ ہے یا خاکم بدہن صاحب شریعت علیہ سے اختلاف ہے۔ پہلی وجہ جہل مرکب اور دوسری وجہ کفر خالص۔

(آپ کے مسائل: ۷/۷۶)

علماء کی تصاویر اور ان کا ٹی وی پر آنا عوام کو یا تو بے چین کرتا ہے یا یہ کہ وہ اس سے اس کے جواز پر استدلال کرتے ہیں، ایک صاحب نے آپ سے جب اس سلسلہ میں علماء کے فعل کا حوالہ دیا تو جواب لکھا کہ:

''یہ اصول ذہن میں رکھئے کہ گناہ ہر حال میں گناہ ہے، خواہ ساری دنیا اس میں ملوث ہو جائے۔ دوسرا اصول یہ بھی ملحوظ رکھئے کہ جب کوئی برائی عام ہو جائے تو اگرچہ اس کی نحوست بھی عام ہو گی، مگر آدمی مکلّف اپنے فعل کا ہے۔ پہلے اصول کے مطابق علماء کا ٹی وی پر آنا اس کے جواز کی دلیل نہیں، نہ امام حرم کا تراویح پڑھانا ہی اس کے جواز کی دلیل ہے، اگر طبیب کسی بیماری میں مبتلا ہو جائیں تو بیماری بیماری ہی رہے گی، اس کو صحت کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ (آپ کے مسائل: ۷/۸۱)

ان فتاویٰ پر غور کیجئے کہ کیا ایک اختلافی مسئلہ پر کسی کو ملعون کہنا، اور اس کام کے ارتکاب پر امامت سے ہٹانے کی تجویز رکھنا بلکہ اس کا فتویٰ صادر کرنا صحیح ہو سکتا ہے، اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ اس مسئلہ کی وہ نوعیت نہیں جو اختلافی مسائل کی ہوتی ہے۔ بلکہ ان حضرات علماء کے نزدیک اس مسئلہ میں اختلاف غلط فہمی کا نتیجہ ہے، نہ یہ کہ اس کی بنیاد دلائل ہیں۔

مجوزین کی ایک لچر دلیل کا جواب

یہاں یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہے کہ موجودہ دور کے مجوّزینِ تصویر میں سے بعض کو سنا گیا کہ وہ دلیل جواز یہ دیتے ہیں کہ آجکل تصویر کا عام رواج ہو چکا ہے، کوئی محفل ومجلس اس سے خالی نہیں، عوام تو عوام علماء بھی لیتے ہیں، تو کب تک اس کو ناجائز کہتے رہیں گے؟ ابھی قریب میں ہمارے مدرسہ کو ایک مفتی صاحب کا ورود ہوا، میں تو سفر پر تھا، لہذا ملاقات نہیں ہوئی، دیگر اساتذہ کے درمیان انھوں نے یہ باتیں کہیں، اور تصویر کو ناجائز کہنے والوں پر طنز وتعریض کی۔

مگر اس دلیل کو مان لیا جائے تو پھر تمام حرام کاموں کو جائز ہو جانا چاہئے، کیونکہ آج شراب بھی عام ہے، موسیقی وگانا بجانا بھی عام ہے، موبائیل فون سے گانے بجانے کی ٹیون ہم نے علماء کو بھی رکھتے دیکھا ہے، اور بے پردگی بھی عام ہے، سود وجوا بھی عام ہے، اور رشوت خوری کا بھی خوب چلن ہے، بلکہ غور کرنا چاہئے کہ کونسا گناہ ایسا ہے جو آج کے معاشرے میں رواج نہیں پا رہا ہے، لہذا یہ سب کے سب حرام کام اس لئے جائز ہو جانا چاہئے کہ ان کا رواج عام ہو گیا ہے، لہذا کب تک اس کو حرام کہتے رہیں؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ، اگر یہ مفتیانہ منطق چل جائے تو اسلام کا خدا ہی حافظ!

یہاں ان مفتی صاحب کی دلیل کے جواب میں صرف یہ بات کافی ہے کہ ہم حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمۃ کے رسالہ ''گناہ بے لذت'' سے ایک عبارت نقل کئے دیتے ہیں، بغور ملاحظہ کیجئے: حضرت لکھتے ہیں کہ:

''آجکل یہ گناہ اس قدر وباء کی طرح تمام دنیا پر چھا گیا ہے کہ اس سے پرہیز کرنے والے کو زندگی کے ہر شعبے میں

مشکلات ہیں ،ٹوپی سے لے کر جوتے تک کوئی چیز بازار میں
تصویر سے خالی ملنا مشکل ہوگیا ہے ،گھریلو استعمال کی چیزیں
،برتن ،چھتری ،دیا سلائی ،دواؤں کے ڈبے اور بوتلیں اخبارات
ورسائل یہاں تک کہ مذہبی اور اصلاحی کتابیں بھی اس گناہ عظیم
سے خالی نہ رہیں فالی اللہ المشتکی !اورغور کیا جائے توان میں سے
اکثر حصہ تصاویر کا محض بے کار وبے فائدہ ،گناہ بے لذت ہے،
مسلمان کو چاہئے کہ گناہ کے عام ہوجانے سے اس کو ہلکا نہ سمجھے،
بلکہ زیادہ اہمیت کے ساتھ اس سے بچنے اور دوسرے مسلمانوں کو
بچانے کی فکر کریں۔(گناہ بےلذت:۵۲)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب جیسے اپنے زمانے کے مفتی بے مثال تو تصویر کے عام ہوجانے کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ عام ہوجانے سے دھوکہ نہ کھائیں اور اس کو ہلکا نہ سمجھیں بلکہ اس سے مسلمانوں کو بچانے کی فکر کریں اور یہ جدید الخیال وروشن خیال مفتی صاحب یہ کہتے ہیں کہ جب یہ عام ہوگئی تو اب حرام کو حرام نہیں بلکہ حلال کہو۔فیا للعجب !

رسالہ کا مقصد

یہ رسالہ اسی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے تحریر کیا گیا ہے کہ علماءعرب تصویر کے جواز کے قائل ہیں ۔ہم نے اس رسالہ میں عرب دنیا اور مصر وغیرہ کے قابل قدر علماء ومفتیان کرام جن کو عالم اسلام میں شہرت واستناد حاصل ہے،ان کے فتاوی باحوالہ درج کر دئے ہیں اور فتاوی بھی ان کی اصل زبان یعنی عربی میں نقل

کئے ہیں اورعوام کی ضرورت وطلبہ کی سہولت کے خیال سے ان کا ترجمہ بھی کر دیا ہے تا کہ حقیقت اچھی طرح سے سمجھ میں آجائے۔

یہاں میں اپنی اس تمہید کے اختتام کے لئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ کے الفاظ مستعار لیتا ہوں ،حضرت نے اپنے رسالہ ''التصویر لاحکام التصویر'' کے مقدمہ میں حالات زمانے کا شکوہ کرتے ہوئے اور اپنے اس رسالہ کو (جو مقدمہ لکھنے سے چالیس سال قبل لکھا گیا تھا اس کو) شائع کرنے کی وجوہات پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''اس چالیس سال کی مدت میں زمانہ کہاں سے کہاں پہنچا،حالات میں کیا کیا انقلابات آئے ،تصویر اور فوٹو زندگی کا جزءبن گئے ، دنیا کی کوئی چیز اس سے خالی نہ رہی ،عوام و خواص سبھی اس میں مبتلا ہو گئے۔ ہندوستان ، پاکستان اورخصوصا عرب ممالک کے بڑے بڑے علماء ،فضلاء ،ارباب عمائم ، سبھی کی تصاویر اخباروں اور کتابوں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔اس میں شبہ نہیں کہ ان میں بہت سے علماء کو بغیر ان کے علم اور قصد کے فوٹو اسٹیج پر زبردستی لایا گیا ہے،مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ بہت سے علماء خود گروپ فوٹوؤں میں کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔اس میں عموم وشیوع اور ابتلا عام کا ایک طبعی تقاضا تو مایوسی اور خاموشی تھا۔مگر دوسرا عقلی تقاضا یہ تھا کہ جس چیز کو رسول اللہ ﷺ کی احادیث متواترہ نے حرام وناجائز قرار دیا ہےلوگوں کو آپ کے ارشادات سے باخبر کرنے اور مقدور بھر اس گناہ سے

بچنے کے لئے کسی کے ماننے نہ ماننے بلکہ طعنے اور فقرے کسنے کی
پرواکئے بغیر پوری جد وجہد کی جائے، جو عقل وشرع کا تقاضا ہے
؛ کیونکہ وبائی بیماری کے عام ہوجانے کے وقت اگر حفظ ما تقدم
کے متعلق ساری ڈاکٹری تدبیریں فیل ہوجائیں اور وباء عام
پھیل جائے تو کسی عقل مند کے نزدیک ڈاکٹر کا اس وقت یہ کام
نہیں ہونا چاہئے کہ وہ اب لوگوں کو یہ تلقین کرنے لگے کہ اس
بیماری کو بیماری نہ سمجھو، نہ اس کا کوئی علاج کرو، نہ اس سے بچنے
کی فکر کرو، بلکہ ڈاکٹر اس عموم وبا کے وقت بھی دوا اور علاج نہیں
چھوڑتے اور ان میں بہت سے کامیاب بھی ہوجاتے ہیں۔‘‘
(التصویر لاحکام التصویر مندرجہ جواہر الفقہ :۱۷۲/۳)

لہٰذا احقر نے بھی سوچا کہ اگر اس ابتلائے عام کے دور میں جبکہ علماؤ مشائخ امت کا طبقہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں نظر آتا، بلکہ اس کی حرمت کا فتویٰ دینے والوں اور اس کی حرمت پر وعظ کہنے والوں کو زمانہ سے بے خبری اور دقیانوسی کے طعنے بھی دئے جاتے ہیں، احقاق حق وابطال باطل اور اتمام حجت کے طور پر اس سلسلہ میں اکابر امت کے فتاوی جمع کر کے شائع کردئے جائیں تو ہوسکتا ہے کہ کسی کو اس سے نفع ہو اور وہ میرے لئے ذخیرۂ آخرت بن جائے۔ایک شاعر عربی نے خوب کہا ہے کہ:

عَلَى الْمَرْءِ أَنْ يَسْعىٰ لِمَا فِيْهِ نَفْعُهٗ
وَ لَيْسَ عَلَيْهِ أَنْ يُسَاعِدَهُ الدَّهْرُ

(آدمی کے ذمہ تو یہ ہے کہ جس میں نفع ہے اس کی کوشش کرے، اس کے ذمہ یہ

نہیں ہے کہ زمانے والے بھی اس کا ساتھ دیں)

چنانچہ اس رسالہ کو میرے فقہی رسائل کے مجموعہ ''نفائس الفقہ'' میں شامل اشاعت کر دیا گیا تھا۔مگر اب ضرورت محسوس کی گئی کہ اس کی اشاعت علاحدہ رسالہ کی صورت میں بھی ہونا چاہئے ،اور ساتھ ہی یہ بھی خیال ہوا کہ عرب ومصر کے علماء کے ساتھ ہند وپاک کے معروف اکابر علماء و اہل افتاء بزرگان کے فتاوی بھی جمع کر دئے جائیں تو یہ ایک دستاویزی رسالہ ہو جائے گا ،لیکن احقر کو اپنی مصروفیات کی بنا پر اس کام کے لئے وقت نکالنے کی گنجائش نہیں مل رہی تھی ،لہذا احقر نے اپنے عزیز مولوی محمد یٰسین حفظہ اللہ تعالی ،مدرس جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم ،بنگلور کو یہ کام سپرد کیا کہ وہ اس سلسلہ میں ہندوپاک کے علماء کے فتاوی جمع کر دیں۔ ماشاء اللہ تعالی عزیز گرامی نے اس سلسلہ میں محنت شاقہ اٹھائی اور اس کام کو بخوبی انجام دیا،اللہ ان کو جزائے خیر عطا کرے۔

لہذا اب اس کو''حرمت تصویر-علماءعرب وعجم کے فتاوی'' کے نام سے شائع کیا جارہا ہے،اللہ کرے کہ اس سے غلط فہمیاں دور ہوں اور لوگ حق کی جانب رجوع کریں اور بالخصوص گناہوں سے باز آنے میں پیش قدمی کریں ،اور حق کے واضح ہونے پر اس کو قبول کریں۔

۲۶/رجمادی الاخری/۱۴۳۲ہجری فقط

یکم جون/۲۰۱۱ء خادم العلم والعلماء

احقر محمد شعیب اللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عکسی تصویر حرام ہے

یہ بات ذہن میں رہے کہ اگر چہ بعض علماء مصر وعرب کی جانب سے شمسی تصویر کے جواز کا فتوی دیا گیا ہے، مگر یہ وہاں کے تمام علماء کا یا جمہور علماء کا فتوی نہیں ہے، بلکہ وہاں کے بھی جمہور علماء کا فتوی یہی ہے کہ یہ نا جائز ہے، لہذا آگے بڑھنے سے پہلے خود وہاں کے علماء کی اس سلسلہ میں تصریح ملاحظہ فرمالیجئے۔

"اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء" سعودی حکومت کی جانب سے قائم کردہ ایک دارالافتاء اور علمی مسائل کی تحقیق کا ایک بڑا او معتبر مرکز ہے جس کے صدر الشیخ علامہ عبد العزیز بن باز تھے، اور متعدد حضرات علماء ومفتیان اس میں تحقیق و افتاء کے کام پر مامور ہیں اسی "اللجنة الدائمة" نے ایک فتوے میں کہا کہ:

"القول الصحيح الذي دلت عليه الأدلة الشرعية وعليه جماهير العلماء :أن أدلة تحريم تصوير ذوات

الأرواح تضم التصوير الفوتوغرافي واليدوي،مجسما أو غير مجسم ،لعموم الادلة۔

(فتاوی اسلامیۃ:۳۵۵/۴)

(صحیح قول جس پر شرعی دلائل دلالت کرتے ہیں اور جس پر جمہور علماء قائم ہیں، یہ ہے کہ جاندار چیزوں کی تصویر کی حرمت کے دلائل فوٹوگرافی کی تصویر اور ہاتھ سے بنائی جانے والی تصاویر سبھی کو شامل ہیں،خواہ وہ مجسم ہو یا غیر مجسم ہو، دلائل کے عام ہونے کی وجہ سے)

اس سے معلوم ہوا کہ عرب کے جمہور علماء کا فتوی یہی ہے کہ شمسی تصویر حرام ہے ،اور تصویر کی حرمت کا حکم اس کو بھی شامل ہے ، لہذا جو لوگ یہ سمجھتے یا سمجھاتے ہیں کہ عرب کے علماء شمسی تصویر کے جواز کے قائل ہیں ، یہ یا تو غلط فہمی ہے یا دھوکہ بازی ہے ، کیونکہ چند علماء کا فتوی سبھی کا فتوی نہیں ہو جاتا اور اتباع تو جمہور کی کرنی چاہئے ، بالخصوص اس وقت جبکہ ان چند علماء کے اس فتوے کو جمہور علماء نے رد بھی کر دیا ہو۔

اس کے بعد ہم عرب ومصر وغیرہ کے اہم ومعروف علماء کے اس سلسلہ میں فتاوی نقل کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان کا ترجمہ بھی کرتے ہیں تا کہ حق واضح ہو جائے۔

شیخ عبدالعزیز ابن باز کا فتوی

(۱) عالم اسلام کے معروف مفتی اور سعودی عرب کے عظیم فقیہ شیخ عبدالعزیز ابن باز جو اپنے علم وتقوے کے لحاظ ایک مستند شخصیت مانے جاتے ہیں، ان سے کسی نے پوچھا کہ ان تصاویر کا کیا حکم ہے جن میں آج عام ابتلاء ہے؟ اور لوگ اس میں

منہمک ہیں؟ شیخ نے اس کا جواب بہت تفصیل سے دیا ہے،اس جواب میں شروع میں فرماتے ہیں کہ:

" فقد جاء ت الأحاديث الكثيرة عن النبي ﷺ في الصحاح والمسانيد والسنن دالة على تحريم تصوير كل ذي روح ،آدميا كان أو غيره" (رسول الله ﷺ سے صحاح ،و مسانید و سنن کی کتابوں میں بہت سی احادیث ہر جاندار کی تصویر کی حرمت پر دلالت کرنے والی آئی ہیں،چاہے وہ آدمی ہو یا کوئی اور چیز)

اس کے بعد اس کے دلائل ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ:

"وبما ذكرنا في هذا الجواب من الأحاديث وكلام أهل العلم يتبين لمريد الحق أن توسع الناس في تصوير ذوات الأرواح في الكتب والمجلات والجرائد والرسائل خطأ بين ومعصية ظاهرة "

(فتاویٰ شیخ ابن باز:۴/۱۷۹-۱۸۹)

(ہم نے جواب میں جواحادیث اور اہل علم کا کلام نقل کیا ہے اس سے حق کے متلاشی پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لوگ جو کتابوں ،مجلوں ، رسالوں اور جریدوں میں جاندار کی تصویر کے سلسلہ میں وسعت برت رہے ہیں یہ واضح غلطی اور کھلا ہوا گناہ ہے)

(۲) ایک اور فتوے میں شیخ عبدالعزیز ابن باز فرماتے ہیں کہ:

" لا ريب أن إخراج المجلات والصحف اليومية وغيرها بدون تصوير هو الواجب ؛لأن الرسول ﷺ لعن

المصورين وأخبر أنهم أشد الناس عذابا يوم القيامة ،وهذا يعم التصوير الشمسي والتصوير الذي له ظل ،ومن فرق فليس عنده دليل على التفرقة "

(فتاوی شیخ ابن باز:۱۳۳/۵)

(بیشک مجلّات اور روزنامے وغیرہ کا بغیر تصویر کے شائع کرنا ہی واجب ہے ، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تصویر لینے والوں پر لعنت کی ہے اور یہ خبر دی ہے کہ وہ لوگ قیامت کے دن سب لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب میں ہوں گے، اور یہ وعید شمسی تصویر اور اس تصویر کو جس کا سایہ ہوتا ہے عام ہے اور جو شخص ان دونوں میں فرق کرتا ہے اس کے پاس اس فرق کی کوئی دلیل نہیں ہے)

(۳) ایک صاحب نے ایک کتاب لکھی جس میں انہوں نے شمسی تصویر کو آئینہ میں پڑنے والے عکس کے برابر قرار دیا، اس کتاب پر الشیخ عبدالعزیز ابن باز نے رد کیا اور ان صاحب کے قیاس کا جواب دیتے ہوئے لکھا کہ:

"ويقال له أيضاً : لقد أخطأت في التسوية والقياس من وجهين : أحدهما أن الصورة الشمسية لا تشبه الصورة في المرآة لأن الصورة الشمسية لا تزول عن محلها والفتنة بها قائمة ، وأما الصورة في المرآة فهي غير ثابتة تزول بزوال المقابل لهاوهذافرق واضح لا يمتري فيه عاقل . والثانى أن النص عن المعصوم ﷺ جاء بتحريم الصور مطلقا و نص على تحريم ما هو من جنس الصورة الشمسية كالصورة فى الثياب والحيطان "

(فتاوی الشیخ بن باز:۳/۱۸۸)

(ان صاحب سے کہا جائے گا کہ تم نے دونوں (شمسی تصویر وآئینے کے عکس) کو برابر قرار دینے اور اس قیاس میں دو وجہ سے غلطی کی ہے: ایک اس لئے کہ شمسی تصویر آئینے کی تصویر کے مشابہ نہیں ہوتی، کیونکہ شمسی تصویر اپنے محل سے زائل نہیں ہوتی اور فتنہ اس شمسی تصویر کے ساتھ قائم ہوتا ہے، اور رہی آئینے کی تصویر تو وہ غیر پائیدار زائل ہونے والی ہوتی ہے جو مقابل کی چیز کے زائل ہونے سے زائل ہو جاتی ہے، یہ ایسا واضح فرق ہے جس میں کسی عاقل کو شبہ نہیں ہوسکتا، اور دوسرے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ سے جو نص وارد ہے وہ مطلقاً تصویر کی حرمت بیان کرتی ہیں، اور اس نے تصویر شمسی جیسی تصویر کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے جیسے کپڑے اور دیوار کے اوپر کی تصویر)

شیخ علامہ عبداللہ بن عقیل کا فتوی

شیخ علامہ عبداللہ بن عقیل رحمہ اللہ جو ملک عبدالعزیز کے زمانے میں ریاض میں عہدۂ قضاء وافتاء پر مامور رہے، اور بہت بڑے علامہ مانے جاتے تھے ،ان سے سوال کیا گیا کہ مجسمہ کی تصویر اور شمسی تصویر میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب آپ نے یہ دیا کہ:

"وهذ يعم تصوير كل مخلوق من ذوات الأرواح من آدميين وغيرهم ، ولا فرق أن تكون الصورة مجسدةً أو غيرَ مجسدةٍ ، وسواء أُخِذَتُ بالآلة أو بالأصباغ والنقوش أو غيرها لعموم الأحاديث ، و من زعم أن الصورة

الشمسية لا تدخل في عموم النهي ، وأن النهي مختصٌّ بالصورة المجسمة وبما له ظل فهذا تفريق بغير دليل ،لأن الأحاديث عامة في هذا ،ولم يفرق بين صورة و صورة ، و قد صرح العلماء بأن النهي عام للصور الشمسية وغيرها كالإمام النووي و الحافظ ابن حجر وغيرهما"

(فتاوی الشیخ عبداللہ بن عقیل:۲/۵۵۰)

(یہ حرمت کا حکم ہر جاندار مخلوق کی تصویر کو عام ہے خواہ وہ انسان ہو یا کوئی اور مخلوق، اور احادیث کے عموم کی وجہ سے اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ تصویر مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ ہوا، اور خواہ وہ کسی آلہ سے لی گئی ہو یا رنگوں یا نقش وغیرہ سے بنائی گئی ہو، سب کا حکم ایک ہے، اور جس نے یہ خیال کیا کہ شمسی تصویر منع کے حکم میں داخل نہیں اور یہ کہ منع ہونا مجسم صورت اور سایہ دار چیزوں کی تصویر کے ساتھ خاص ہے تو یہ تفریق بغیر دلیل ہے، کیونکہ احادیث اس سلسلہ میں عام ہیں، جو ایک قسم اور دوسری قسم میں کوئی فرق نہیں کرتیں، اور علماء جیسے امام نووی اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ یہ منع کا حکم شمسی وغیر شمسی تصویر سب کو شامل ہے)

شیخ علامہ عبدالرزاق العفیفی کا فتوی

شیخ علامہ عبدالرزاق العفیفی جو کبھی مصر کی معروف یونیورسٹی "**جامعة الا زهر**" میں استاذ تھے اور بعد میں سعودی حکومت میں "**اللجنة الدائمة**" میں مفتی کے عہدے پر فائز رہے، انہوں نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ:

" أما التصوير الشمسى لذوات الأرواح فهو محرم وممنوع ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله ، ولأن فاعله

من أظلم الناس.

(فتاوی الشیخ عبدالرزاق العفیفی:۲۱۱)

(رہی جاندار کی شمسی تصویر تو وہ حرام وممنوع ہے، کیونکہ اس میں اللہ کی تخلیق سے مشابہت ونقالی ہے اوراس لئے بھی کہ اس کام کو انجام دینے والا ظالم لوگوں میں سے ہے)

علامہ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ کا فتوی

سعودی عرب کے قاضی القضاۃ ومفتی علامہ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ جو سعودی عرب میں مختلف بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے، وہاں کے مفتی بھی رہے، قاضی القضاۃ بھی رہے، الجامعہ الاسلامیہ، مدینہ کے رئیس بھی رہے، اور رابطۂ عالم اسلامی کے صدر بھی رہے، ان کے فتاوی شاہ فیصل رحمہ اللہ کے حکم پر جمع کئے گئے ہیں۔ ان کے فتاوی سے یہاں چند فتاوی نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) ان سے ایک سوال اس سلسلہ میں کیا گیا تو انھوں نے اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ:

" فإن التصوير الشمسي وإن لم يكن مثل المجسّد من كل وجه فهو مثله في علة المنع ، وهي إبراز الصورة في الخارج بالنسبة إلى المنظر ، ولهذا يوجد في كثير من المصورات الشمسية ما هو أبدع في حكاية المصور حيث يقال : هذه صورة فلان طبق الأصل . وإلحاق الشيء بالشيء لا يشترط المساواة من كل وجه كما هو معلوم . وهذا لو لم تكن الأحاديث ظاهرةً في التسوية بينهما ،

فكيف وقد جاء تُ أحاديثُ عديدةٌ واضحةُ الدلالة في المقام .وقد زعم بعض مجيزي التصوير الشمسي أنه نظير ظهور الوجه في المرآة و نحوها من الصقيلات ، و هذا فاسد ؛ فإن ظهور الوجه في المرآة ونحوها شيء غير مستقر ، وإنما يُرى بشرط بقاء المقابلة ، فإذا فَقَدَتِ المقابلة فَقَدَ ظهورُ الصورة في المرآة ونحوها بخلاف الصورة الشمسية ؛ فإنها باقية في الأوراق و نحوها مستقرةً فإلحاقها بالصورة المنقوشة باليد أظهر وأوضح وأصح من إلحاقها بظهور الصورة في المرآة ونحوها ؛ فإن الصورة الشمسية وبدوّ الصورة في الأجرام الصقيلة ونحوها يفترقان في أمرين :أحدهما الاستقرار والبقاء ، والثاني :حصول الصورة عن عمل و معالجة "

(فتاویٰ ورسائل شیخ محمد بن ابراہیم:۱/۱۳۱)

(تصویر شمسی اگر چہ کہ ہر لحاظ سے مجسمہ کی طرح نہیں ہے لیکن منع کی علت میں اس کے مشابہ ہے اور وہ علت منظر کے لحاظ سے خارج میں صورت کا ظاہر کرنا ہے، اسی وجہ سے بہت سی شمسی تصاویر میں آدمی کی نقل بہت ہی عمدہ نظر آتی ہے جس کی وجہ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اصل کے مطابق فلاں کی صورت ہے، اور جیسا کہ معلوم ہے ایک چیز کو دوسری چیز سے لاحق کرنے میں تمام اعتبارات سے برابر ہونا کوئی شرط نہیں ہے ۔ یہ بات تو اس صورت میں ہے جبکہ احادیث دونوں قسم کی تصاویر کے مابین برابری ہونے میں ظاہر نہ ہوں، پھر کیا خیال ہے جبکہ متعدد احادیث اس مقام میں واضح الدلالت بھی وارد ہوئی ہیں؟ اور بعض شمسی تصویر کو جائز کہنے والوں نے یہ

خیال کرلیا ہے کہ یہ شمسی تصویر آئینہ وغیرہ صاف وشفاف چیزوں میں دکھائی دینے والے چہرہ کی طرح ہے، اور یہ بات فاسد ہے، کیونکہ آئینہ وغیرہ میں چہرے کا دکھائی دینا ایک غیر مستقر چیز ہے، اس میں اس وقت دکھائی دیتا ہے جبکہ ایک دوسرے کے مقابل ہوں اور جب ایک دوسرے میں تقابل نہ رہے تو یہ دکھائی دینا بھی ختم ہوجاتا ہے، بخلاف شمسی تصویر کے کہ وہ اوراق وغیرہ پر قائم رہ جاتی ہے، لہذا اس کو ہاتھ سے نقش کی ہوئی تصویر سے ملحق قرار دینا بنسبت آئینہ کی تصویر کے زیادہ ظاہر وواضح اور اصح ہے، کیونکہ شمسی تصویر اور شفاف چیزوں میں اجسام کے ظاہر ہونے میں دوطرح فرق ہے ایک یہ کہ استقرار وبقاء میں اور دوسرے عمل وکام سے تصویر کے حاصل ہونے میں)

(۲) مفتی علامہ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ نے ایک اور موقعہ پر لکھا ہے کہ:

"وهذ يعم تصوير كل مخلوق من ذوات الأرواح من آدميين وغيرهم ، ولا فرق أن تكون الصورة مجسدةً أو غيرَ مجسدةٍ ، وسواء أُخِذَتْ بالآلة أو بالأصباغ والنقوش أو غيرها، لعموم الأحاديث ، و من زعم أن الصورة الشمسية لا تدخل في عموم النهي ، وأن النهي مختصٌّ بالصورة المجسمة وبما له ظل فزعمه باطل ،لأن الأحاديث عامة في هذا ،ولم تفرق بين صورة و صورة وقد صرح العلماء بأن النهيعام للصور الشمسية وغيرها كالإمام النووي والحافظ ابن حجر وغيرهما .

(فتاوی ورسائل شیخ محمد بن ابراہیم: ۱/۱۳۴)

(یہ حرمت کا حکم ہر جاندار مخلوق کی تصویر کو عام ہے خواہ وہ انسان ہو یا کوئی اور مخلوق، اور احادیث کے عموم کی وجہ سے اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ تصویر مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ ہوا، اور خواہ وہ کسی آلہ سے لی گئی ہو یا رنگوں یا نقش وغیرہ سے بنائی گئی ہو، سب کا حکم ایک ہے، اور جس نے یہ خیال کیا کہ شمسی تصویر منع کے حکم میں داخل نہیں اور یہ کہ منع ہونا مجسم صورت اور سایہ دار چیزوں کی تصویر کے ساتھ خاص ہے تو اس کا خیال باطل ہے، کیونکہ احادیث اس سلسلہ میں عام ہیں، جو ایک قسم اور دوسری قسم میں کوئی فرق نہیں کرتیں، اور علماء جیسے امام نووی اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ یہ منع کا حکم شمسی وغیر شمسی تصویر سب کو شامل ہے)

(۳) ایک اور جگہ شیخ محمد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ:

" الصور هي أحد ما لا يصح بيعه ، سواء المأخوذة بالشمسية هذه، أو نسج .ولا منفعة فيها إلا مطالعة الصور ، فحرم الله التصوير ، وإبقاء ه واستعماله ، فلا يجوز ذلك"

(فتاوی ورسائل محمد بن ابراہیم: ۳/۷)

(تصاویر ان چیزوں میں سے ایک ہیں جن کی خرید وفروخت صحیح نہیں، خواہ وہ کیمرے سے لی گئی ہو یا بنی گئی ہو، اور اس میں کوئی فائدہ نہیں سوائے اس کے کہ اس کو دیکھا جائے، لہذا اللہ نے تصویر لینے کو، اس کے باقی رکھنے کو، اور اس کے استعمال کو حرام قرار دیا ہے، لہذا یہ جائز نہیں ہے)

(۴) ایک اور موقعہ پر آپ نے لکھا ہے کہ:

" الصور سواء مما يمسك باليد وله ظل أو المأخوذات بالآلة أو بالصبغ أو بالخياطة كلها جميعا داخلة في التغليظ في التصوير الوارد في الأحاديث ، والتصوير الشمسي أبلغ في المضاهاة"

(فتاوی ورسائل محمد بن ابراہیم: ۱۲۵/۸)

(تصاویر خواہ وہ ہاتھ سے بنائی جائیں اور ان کا سایہ ہو یا آلے سے لی جائیں یا رنگ سے یا سیون سے بنائی جائیں سب کی سب تصویر کی حرمت میں داخل ہیں جو احادیث میں وارد ہوئی ہے، اور شمسی تصویر تو اللہ کی تخلیق میں مشابہت میں اور بڑھی ہوئی ہے)

علماء ''اللجنۃ الدائمۃ'' کے فتاوی

"اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء" سعودی حکومت کی جانب سے قائم کردہ ایک دارالافتاء اور علمی مسائل کی تحقیق کا ایک بڑا ومعتبر مرکز ہے جس کا ذکر ہم نے ابتداء میں کیا ہے، اس "اللجنة الدائمة" سے بھی متعدد فتاوی میں یہی بات بار بار اور پوری شدت کے ساتھ کہی گئی ہے، میں یہاں '' فتاوی اللجنۃ الدائمۃ'' سے اس سلسلہ کے چند فتاوی نقل کرتا ہوں۔

(۱) "اللجنة الدائمة" سے ایک سوال کیا گیا ہے جس میں سائل نے شیخ عبدالعزیز بن باز سے پوچھا ہے کہ فوٹو گرافی کی تصویر شمسی کیا ہاتھ سے بنائی ہوئی تصویر کے حکم میں داخل ہے؟ جبکہ بعض نے کہا ہے کہ اس میں صرف ایک بٹن دبانا

ہوتا ہے، اور ہاتھ سے کوئی کام نہیں ہوتا لہذا جائز ہے۔اوراس شخص نے کویت کے ایک رسالہ میں آپ کی تصویر بھی چھپی ہوئی دکھائی،تو کیا ہم اس کو دلیل جواز سمجھیں؟ اورمتحرک تصاویر جیسے ٹیلی ویژن کی تصویر دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

اس کے جواب میں "اللجنة الدائمة" نے کہا کہ:

"التصوير الفوتوغرافي الشمسي من أنواع التصوير المحرّم ، فهو والتصوير عن طريق النسيج والصبغ بالألوان والصور المجسّمة سواءٌ في الحكم . والاختلاف في وسيلة التصوير وآلته لا يقتضي اختلافاً في الحكم .و ظهور صورتي في مجلتي "المجتمع" و"الاعتصام" مع فتواي في أحكام الصيام ليس دليلاً على إجازتي التصويرَ ، ولا على رضاي به فإني لاأعلم بتصويرهم لى"

(فتاوی اللجنة الدائمة:۱/۴۶۳،رقم الفتوی:۳۳۷۴)

(شمسی تصویر بھی حرام تصویروں کی ایک قسم ہے، پس یہ تصویراوربُنی جانے والی اوررنگی جانے والی اور ہاتھ سے بنائی جانے والی تصویر سب برابر ہے۔تصویر سازی کے وسیلہ اورآلہ کا مختلف ہونا حکم کے مختلف ہونے کا تقاضا نہیں کرتا۔اورمیری کتاب ''احکام الصیام'' میں حرمت کے فتوے کے باوجود میری تصویر کا مجلّہ ''المجتمع'' اور ''الاعتصام'' میں شائع ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ میں نے اجازت دی ہے یا میں اس سے راضی ہوں؛ کیونکہ مجھے ان کے تصویر لینے کا کوئی علم ہی نہیں ہے)

(۲)" فتاوی اللجنة الدائمة "میں ایک سوال کے جواب میں کہا گیا ہے

،اوراس فتوے پر چار حضرات علماء کے دستخط ہیں: شیخ علامہ عبدالعزیزابن باز، شیخ عبد الرزاق عفیفی، شیخ عبداللہ بن غدیان اور شیخ عبداللہ بن قعود،فتوے میں ہے کہ:

"وليس التصوير الشمسي مجرد انطباع ، بل عمل بآلة ينشأ عنه الانطباع فهو مضاهاة لخلق الله بهذه الصناعة الآلية ، ثم النهي عن التصوير عام ، لما فيه من مضاهاة خلق الله ، والخطر على العقيدة والأخلاق ، دون نظر إلى الآلة والطريقة التي يكون بها التصوير"

(**فتاوى اللجنة الدائمة**: ١/ ٤٦٦ رقم الفتوى: ٤٥١٣)

(شمسی تصویر محض عکس نہیں ہے بلکہ آلے کے واسطے سے ایک عمل ہے جس سے عکس پیدا ہوتا ہے،لہذا وہ بھی اس آلے کی فنکاری کے ذریعہ اللہ کی تخلیق کی نقالی ہے۔ پھر یہ تصویر کا ممنوع ہونا سب صورتوں کو عام ہے، کیونکہ اس میں آلہ وطریقہ جس سے تصویر لی جارہی ہے اس سے قطع نظر تخلیق خداوندی کی مشابہت اور عقیدہ و اخلاق پرخطرہ پایا جاتا ہے)

(۳)''اللجنۃ الدائمۃ'' کے مفتیان سے سوال کیا گیا کہ چند دوستوں میں شمسی تصویر لینے اوراس کو رکھنے کے بارے میں اختلاف ہوگیا اور کسی نتیجہ پرنہیں پہنچ سکے ،لہذا آپ بتائیں کہ اس کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب فاضل مفتیان نے یہ لکھا ہے کہ:

" التصوير الشمسي للأحياء من إنسان أو حيوان والاحتفاظ بهذه الصور حرام ،بل هو من الكبائر ، لما ورد في ذلك من الأحاديث الصحيحة المتضمنة للوعيد الشديد والمنذرة بالعذاب الأليم للمصورين ومن اقتنى

هذه الصور ، ولما في ذلك من التشبه بالله في خلقه للأحياء ولأنه قد يكون ذريعةً إلى الشرك كصور العظماء والصالحين أو باباً من أبواب الفتنة كصور الجميلات والممثلين والممثلات والكاسيات العاريات“

(فتاوی اللجنة الدائمة :۴۵۹/۱،رقم الفتوی:۱۹۷۸)

(انسان وحیوان وغیرہ جاندار چیزوں کی شمسی وعکسی تصویر لینا اوران کو باقی رکھنا حرام ہے بلکہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے،ان احادیث صحیحہ کی وجہ سے جوتصویر کشی کرنے والوں کوسخت وعیداور دردناک عذاب کی دھمکی پر مشتمل ہیں،اوراس لئے کہ اس میں اللہ کے ساتھ زندوں کو پیدا کرنے میں تشبہ ہے،اوراس لئے کہ یہ شرک کا ذریعہ ہے جیسے بڑے لوگوں اور صالحین کی تصویروں میں ہوتا ہے اور یہ فتنے کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جیسے خوبصورت عورتوں اورفلم ایکٹروں اور ایکٹرس اورنیم عریاں عورتوں کی تصویروں میں ہوتا ہے)

(۴)” اللجنة الدائمة“ سے ایک صاحب نے سوال کیا ہے کہ: ہم یہ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تصویر بنانے والوں پرلعنت کی ہے،لیکن یہ تصویر بنانے والے کون ہیں؟ کیا وہ لوگ مراد ہیں جومجسمے بناتے ہیں یا وہ بھی جوفوٹو گرافی کی تصویر لیتے ہیں؟اس کا جواب ” اللجنة الدائمة“ کی جانب سے یہ دیا ہے کہ:

” تصویر ذوات الأرواح حرام ،سواء کان تصویراًمجسماً أوشمسیاً أونقشاً بیدأو آلة لعموم أدلة تحریم التصویر“(حرمتِ تصویر کے دلائل کے عام ہونے کی وجہ سے جاندار چیزوں کی تصویرحرام ہے،چاہے وہ مسجمہ کی تصویر ہو یاعکسی تصویر ہو یا ہاتھ یا کسی آلہ سےنقش کی ہوئی ہو)

(فتاوی اللجنة الدائمة:۴۶۲/۱،رقم:۳۲۴۷)

(۵) "اللجنة الدائمة " سے ایک سوال یہ کیا گیا ہے کہ مصوِّرین (واو کے زیر کے ساتھ، یعنی تصویر بنانے والوں) پر لعنت تو وارد ہوئی ہے، کیا مصوَّرین (واو کے زبر کے ساتھ، یعنی جن کی تصویر لی جائے ان) پر بھی کسی خاص دلیل میں لعنت وارد ہے؟ تو اس سوال کا جواب یہ دیا کہ:

"كما أن الأدلة وردت في لعن المصورين و توعدهم بالنار في الدار الآخرة ، فكذلك الذي يقدّم نفسَه من أجل أخذ صورة لها داخل في ذلك..............ولا يدخل في ذلك من اقتضت الضرورة أن يأخذ صورةً له"

(فتاوی الجنة الدائمة :۴۷۰/۱،رقم الفتوی:۲۲۲)

(جس طرح دلائل تصویر بنانے والوں پر لعنت اور ان کو آخرت میں دوزخ کی آگ کی دھمکی کے سلسلہ میں وارد ہیں اسی طرح جو شخص اپنی تصویر لینے کے لئے خود کو پیش کرتا ہے وہ بھی اس میں داخل ہے، .... ہاں وہ اس میں داخل نہیں جسے تصویر لینے کی ضرورت پیش آئی ہو)

(٦)" اللجنة الدائمة" سے سوال کیا گیا کہ:" درسی کتابوں میں جو توضیح و تفہیم کے لئے تصویر ہوتی ہے، اسی طرح علمی کتابوں، مجلّات و رسائل میں جو تصاویر ہوتی ہیں جن کا ہونا توضیح و تفہیم کے لئے ضروری ہوتا ہے ان کا کیا حکم ہے؟" اللجنة الدائمة" کے علماء کا جواب یہ تھا کہ:

"تصوير ذوات الأرواح حرام مطلقاً، لعموم

الأحاديث التي وردت في ذلك ،وليست ضرورية للتوضيح في الدراسة ، بل هي من الأمورالكمالية ، لزيادة الايضاح ، وهناك غيرها من وسائل الإيضاح يمكن الاستغناء بها عن الصور في تفهيم الطلاب والقراء ، وقد مضى على الناس قرون وهم في غنىً عنها في التعليم والإيضاح ، وصاروا مع ذلك أقوى منّا علماً وأكثرتحصيلاً وما ضرّهم ترك الصور في دراستهم"

(فتاوی اللجنة الدائمة :۴۸۰/۱،رقم الفتوی:۹۳۴۹)

(جاندار کی تصویر مطلقا حرام ہے،ان احادیث کے عموم کی وجہ سے جواس بارے میں آئی ہیں ، اور یہ تصاویر تعلیم کے لئے کوئی ضروری نہیں ہیں ، بلکہ محض زیادہ وضاحت کی وجہ سے امور کمال میں سے ہوسکتے ہیں،اور یہاں ان کے علاوہ توضیح و تفہیم کے دوسرے وسائل بھی موجود ہیں جن کے ذریعہ طالب علموں اور پڑھنے والوں کو سمجھانے کا کام لیکرتصاویر سے مستغنی ہو سکتے ہیں ۔اورلوگوں پر کئی زمانے ایسے گزرے ہیں کہ وہ تعلیم وتفہیم میں ان تصاویر سے مستغنی تھےاوراس کے باوجود علم میں ہم سے زیادہ قوی اور تحصیل میں ہم سے زیادہ وسیع رہے،اوران کوتصاویر کا ترک کرنا کچھ نقصان نہیں دیا)

(۷) ایک سوال کے جواب میں''اللجنة الدائمة'' کے علماء ومفتیان حضرات نے لکھاہے:

" تصوير الأحياء حرام ، بل من كبائر الذنوب ، سوء اتخذ المصور ذلك مهنةً له أم لم يتخذ مهنةً ، و سواء

كان التصوير نقشاً أم رسماً بالقلم و نحوه أم عكساً بالكاميرا و نحوها من الآلات ،أم نحتاً لأحجار و نحوها ، و سواء كان ذلك للذكرى أم لغيرها "

(فتاوى اللجنة الدائمة :۴۸۴/۱،رقم الفتوی:۲۳۹۶)

(جاندار کی تصویر حرام ہے بلکہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے،خواہ تصویر لینے والے نے اس کام کو پیشہ بنالیا ہو یا وہ پیشہ نہ بنایا ہو، اورخواہ وہ تصویر نقش ہو یا قلم وغیرہ سے بنائی ہو یا کیمرے وغیرہ آلات سے لیا ہوا عکس ہو یا درختوں وغیرہ کو کاٹ کر بنایا ہو، پھر وہ برائے یادداشت ہو یا کسی اور وجہ سے لی گئی ہو)

(۸)"اللجنة الدائمة" سے سوال کیا گیا کہ": برطانیہ میں بعض علماء حالت جماعت میں نمازیوں کی اور قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے بچوں کی تصویریں لینے کے قائل ہیں کیونکہ ان تصاویر کو جب مجلّات و جرائد میں نشر کیا جاتا ہے تو غیر مسلم اس سے متأثر ہوتے اور اسلام اور مسلمانوں کو جاننے میں رغبت کرتے ہیں؟ اس کے جواب میں مفتیان کرام نے لکھا ہے:

"تصوير ذوات الأرواح حرام ، سواء كانت الصور لإنسان أم حيوان آخر ، وسواء كانت لمصلّ أم قارئ قرآن أم غيرهما ، لما ثبت في تحريم ذلك من الأحاديث الصحيحة ، ولا يجوز نشر الصور في الجرائد والمجلات والرسائل ، ولو كانت المصلين أو المتوضئين أو قرا ء ة القرآن رجاءَ نشر الاسلام والترغيب في معرفته والدخول فيه ، لأنه لا يجوز اتخاذ المحرمات وسيلة البلا غ و نشر الاسلام ، ووسائل البلا غ المشروعة كثيرة

فلا يعدل عنها إلى غيرها مما حرمه الله . والواقع من التصوير في الدول الاسلامية ليس حجةً على جوازه ، بل ذلك منكر للأدلة الصحيحة في ذلك ، فينبغي انكارالتصوير عملاً بالأدلة"

(فتاوی اللجنة الدائمة :۱/۴۸۶-۴۸۷،رقم:۲۹۲۲)

(جاندار کی تصویر حرام ہے خواہ وہ انسان کی ہو یا کسی اور جاندار کی ،اور خواہ وہ کسی مصلی کی ہو یا قاریٔ قرآن کی یا ان کے علاوہ کسی اور کی ، کیونکہ اس کی حرمت کے بارے میں احادیث صحیحہ ثابت ہیں،اور اسلام کی نشر واشاعت اور غیروں کے اسلام کی جانب رغبت یا اس میں داخل ہونے کی امید پر تصاویر کا جرائد ورسائل میں شائع کرنا بھی جائز نہیں ، اگرچہ کہ وہ نماز پڑھنے والوں کی یا وضو کرنے والوں یا قرآن پڑھنے والوں کی تصاویر ہوں ، کیونکہ حرام چیزوں کو اسلام کی تبلیغ واشاعت کا ذریعہ بنانا جائز نہیں ، جبکہ مشروع وسائل تبلیغ ودعوت بھی بہت سے موجود ہیں ،تو ان وسائل کو جنہیں اللہ نے حرام قرار دیا ہے اختیار کرکے مباح وسائل سے اعراض نہیں کیا جا سکتا ،اور رہا عرب ممالک میں تصویر کا رواج تو یہ اس کے جواز پر حجت نہیں ہے ، بلکہ یہ دلائل صحیحہ کی وجہ سے منکر ہے اور تصویر پر انکار ونکیر دلائل پر عمل کرتے ہوئے ضروری ہے)

(۹)"اللجنة الدائمة "سے ایک سوال میں پوچھا گیا کہ کلاسیکی وفنی تصویریں بنانے کا کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں حضرات علماء''اللجنة الدائمة'' نے اپنے فتوے میں کہا ہے کہ:

" مدار التحريم في التصوير كونه تصويراً لذوات

الأرواح ، سواءٌ كان نحتاً أم تلويناً في جدار أو قماش أو ورق ، أم كان نسيجاً ، و سواءٌ كان بريشةٍ أم قلم أم بجهاز ،وسواء كان للشيء على طبيعته أم دَخَلَهُ الخيالُ ، فصُغِّرَ أو كُبِّرَ أوجُمِّلَ أو شُوِّهَ أوجعل خطوطاً تُمَثِّلُ الهيكل العُظْمٰى ، فمناط التحريم كون ما صُوِّرَ من ذوات الأرواح ولو كالصور الخيالية التي تجعل لمن يمثل القُدَامٰى من الفراعنه و قادة الحروب الصليبية و جنودها ، وكصورة عيسى و مريم المقامتين في الكنائس"

(فتاوی اللجنة الدائمة :۴۸۲/۱،رقم:۵۰۶۸)

(حرمتِ تصویر کا مدار جاندار کی تصویر ہونا ہے خواہ وہ تراش کر ہو یا دیوار، کپڑے یا کاغذ پر رنگنے سے ہو، یا بننے سے ہو، اورخواہ وہ ریشہ سے ہو یا قلم سے یا آلے سے ہو، اورخواہ وہ کسی چیز کی اصل فطرت پر بنائی جائے یا اس میں خیال کو دخل ہواوراصل سے چھوٹی یا اس سے بڑی یا اس سے خوبصورت یا بدصورت بنائی جائے، یا لکیریں کھینچ کراس طرح بنائی جائے کہ کسی بھاری بھرکم ہیکل کا پارٹ ادا کرے۔ الغرض مدار حرمت جاندار چیزوں کی تصویر ہونا ہے، اگر چہ کہ وہ خیالیہ صورتیں ہی کیوں نہ ہوں جو (مثلاً) فراعنہ یا صلیبی جنگوں کے قائدین اور سپاہیوں میں سے پرانے لوگوں کا پارٹ ادا کرے، یا جیسے حضرت عیسی اور حضرت مریم کی وہ تصاویر جو چرچ میں نصب کی گئی ہیں)

(۱۰)فتاوی اللجنة الدائمة :میں ہے کہ یہ سوال کیا گیا کہ:"ماحکم تصوير الصور الشمسية للحاجة أو الزينة ؟ (شمسی تصویر کسی حاجت یا برائے

زینت لینے کا کیا حکم ہے؟) اس کا جواب وہاں کے متعدد علماء نے لکھا کہ:

" تصوير الأحياء محرّم ، إلا ما دعت إليه الضرورة كالتصوير من أجل التابعية و جواز السفر ،وتصوير المجرمين لضبطهم و معرفتهم ، ليقبض عليهم إذا أحدثوا جريمة ولجأوا إلى الفرار ، و نحو هذا مما لا بد منه "

(فتاوى اللجنة الدائمة :۴۵۸/۱،رقم الفتویٰ:۲۶۰)

(جاندار چیزوں کی تصویر حرام ہے الا یہ کہ کوئی ضرورت اس کا تقاضا کرے، جیسے شہریت اور پاسپورٹ کے لئے تصویر، یا مجرمین کو پکڑنے اور پہچاننے کے لئے ان کی تصویر لینا تا کہ جرائم کے ارتکاب اور راہ فرار اختیار کرنے پر ان کو پکڑا جا سکے، یا اس جیسے ضروری کام جن کے بغیر چارہ نہیں)

یہاں تک "اللجنة الدائمة" کے فتاوی میں سے دس فتاوی نقل کئے گئے جن میں صاف و واضح الفاظ میں علماء عرب نے تصویر عکسی کو بھی حرام و ناجائز قرار دیا ہے، اور اس کو آئینہ کے عکس کی طرح قرار دینے کو غلط اور قیاس فاسد ٹھہرایا ہے۔ اس سے روز روشن کی طرح یہ واضح ہے کہ وہاں کے جمہور علماء بھی اسی کے قائل ہیں کہ یہ شمسی و عکسی تصویر جو کیمرے سے لی جاتی ہے وہ بھی حرام ہے اور احادیث حرمت کے عموم میں داخل اور موجب لعنت گناہ ہے۔

شیخ علامہ محمد علی الصابونی کا فتوی

علامہ شیخ مفسر محمد علی الصابونی جو کہ جامعہ ام القری رمکۃ المکرّمہ کے استاذ رہے ہیں اور متعدد علمی کتابوں کے مصنف ہیں، انھوں نے اپنی کتاب "روائع البیان" میں

لکھا ہے:

یری بعض المتأخرین من الفقهاء أن التصویر الشمسي (الفوتوغرافي) لا یدخل في دائرة التحریم ، الذي یشمله التصویر بالید المحرم . والحق أن التصویرالشمسي الفوتوغرافي لا یخرج عن کونه نوعا من أنواع التصویر فما یخرج بالآلة یسمی صورة ،والشخص الذي یحترف هذه الحرفة یسمی في اللغة والعرف مصوراً ، فهو وإن کان لایشمله النص الصریح لأنه لیس تصویرا بالید ،ولیس فیه مضاهاة لخلق الله ،إلا أنه لا یخرج عن کونه ضربا من ضروب التصویر ، فینبغي أن یقتصر في الإباحة علی حد الضرورة ''

(روائع البیان: فتنة تصویر العلماء: ٦٤-٦٥)

(بعض متأخرین فقہاء کی رائے ہے کہ فوٹو گرافی کی شمسی تصویر اس حرمت کے دائرے میں داخل نہیں جس میں ہاتھ کی حرام تصویر داخل ہے، لیکن حق یہ ہے کہ فوٹو گرافی کی شمسی تصویر، تصویر کی ایک قسم ہونے سے خارج نہیں ہے، کیونکہ جو آلے کے ذریعہ تصویر نکلتی ہے اس کو تصویر ہی کہا جاتا ہے اور جو شخص اس کا پیشہ کرتا ہے اسے لغت اور عرف میں مصور (تصویر لینے والا) کہتے ہیں، پس اس تصویر کو اگر چہ نص صریح شامل نہیں ہے کیونکہ یہ ہاتھ کی تصویر نہیں ہے اور اس میں اللہ کی تخلیق سے مشابہت بھی نہیں ہے لیکن وہ تصویر کی قسموں میں سے ایک قسم ہونے سے خارج نہیں ہے لہذا ضرورت کی حد تک اس کی اجازت کو محدود رکھنا چاہئے)

شیخ علامہ صالح الفوزان کا فتوی

سعودی عرب کے مشہور عالم شیخ صالح الفوزان جو وہاں کے ادارے " هيئة كبار العلماء " کے رکن ،اور" اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء" کے ایک اہم ممبر تھے ،ان کے فتاوی ''المنتقی '' میں ہے کہ انھوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ:

" لايجوز اقتناء الصور لذوات الأرواح إلا الصور الضرورية كصور حفيظة النفوس و البطاقة الشخصية و رخصة القيادة........... و ما عداها من الصور . فلا يجوز اقتناء ه للعب الأطفال أو لأجل تعليمهم ، لعمومات النهي عن التصوير و استعماله ، وهناك لعب الأطفال كثيرة من غير الصور و هناك وسائل التعليم من غير الصور ۔ ومن أجاز اقتناء الصور للعب الأطفال فقوله مرجوح"

(المنتقى: ۲۰۳/۳)

(جاندار چیزوں کی تصویر لینا جائز نہیں مگر یہ کہ ضرورت کی تصاویر ہوں ،جیسے پیدائشی سرٹیفیکیٹ ، شناختی کارڈ اورڈرائیونگ لائسنس وغیرہ کی تصاویر، لہذا تصویر اور اس کے استعمال سے نہی کے عام ہونے کی وجہ سے بچوں کے کھیل اوران کی تعلیم کے لئے تصاویر کا لینا بھی جائز نہیں ،اور پھر بچوں کے بغیر تصاویر کے کھلونے بھی بہت موجود ہیں اور تعلیمی وسائل بھی بے تصویر کے بہت سے ہیں ،اور جس نے بچوں کے کھلونوں کی تصویر کو جائز کہا اس کا قول مرجوح ہے)

شیخ صالح الفوزان سے معلوم کیا گیا کہ بچوں کے کپڑوں پر تصاویر ہوتی ہیں کیا ان کا خریدنا اور بچوں کو پہنانا جائز ہے؟ تو آپ نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

" لا يجوز شراء الملابس التي فيها صور ورسوم ذوات الأرواح من الآدميين أو البهائم أو الطيور ؛ لأنه يحرم التصويرواستعماله للأحاديث الصحيحة التي تنهى عن ذلك و تتوعد عليه بأشد الوعيد ، فقد لعن رسول اللّٰه ﷺ المصورين و أخبر أنهم أشد الناس عذاباً يوم القيامة ، فلا يجوز لبس الثوب الذي فيه الصورة ولا يجوز إلباسه ااالصبي الصغير ،والواجب شراء الملابس الخالية من الصور و هي كثيرة "

(المنتقی: ۲۰۳/۳)

(ان لباسوں کا خریدنا جائز نہیں جن میں انسانوں یا جانوروں یا پرندوں میں سے کسی جاندار کی تصاویر اور نقشے ہوں، کیونکہ تصویر لینا اور اس کا استعمال حرام ہے ان احادیث کی وجہ سے جو اس سے منع کرتی اور اس پر سخت وعید سناتی ہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تصویر لینے والوں پر لعنت کی اور خبر دی ہے کہ وہ قیامت کے دن تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب میں ہوں گے، لہذا ایسے کپڑوں کا پہننا اور چھوٹے بچوں کو پہنانا جن میں تصویر ہو جائز نہیں، اور واجب ہے کہ تصویر سے خالی کپڑے خریدے جائیں، اور ایسے کپڑے بہت ہیں)

شیخ علامہ صالح الفوزان سے پوچھا گیا کہ کیا عورت کار وغیرہ کی ڈرائیونگ کر

سکتی ہے تو فرمایا کہ: عورت کے لئے ڈرائیونگ کرنا جائز نہیں ہے، پھر اس کی متعدد وجوہات بیان کرتے ہوئے ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے کہ:

" لأن قيادتها للسيارة تحوجها إلى طلب رخصة قيادة ،وهذا يحوجها إلى التصوير ، و تصوير النساء حتى في هذه الحالة يحرم لما فيه من الفتنة و المحاذير العظيمة "

(المنتقى:۱۸۷/۵)

(کیونکہ عورت کا کار کی ڈرائیونگ کرنا اس کو ڈرائیونگ لائسنس کا محتاج بنائے گا اور اس کے لئے تصویر کی ضرورت پڑے گی ، اور عورت کی تصویر اس ضروری حالت میں بھی حرام ہے کیونکہ اس میں فتنہ اور بڑے مفاسد ہیں)

شیخ ناصر الدین الالبانی کا فتوی

معروف سلفی عالم شیخ ناصر الدین الالبانی نے ایک سوال متعلقہ تصویر کے جواب میں لکھا ہے کہ:

" التحريم يشمل الصورة التي ليست مجسمة ولا ظل لها ،لعموم قول جبريل عليه السلام : " فإنا لا ندخل بيتا فيه تماثيل" وهي الصور ، ويؤده أن التماثيل التي كانت على القرام لا ظل لها ، ولا فرق في ذلك بين ما كان منه تطريزاً على الثوب أو كتابة على الورق أو رسما بالآلة الفوتوغرافية؛ إذ كل ذلك صورة و تصوير ، و التفريق بين التصوير اليدوي والتصوير الفوتوغرافي - فيحرم الأول

دون الثاني –ظاهرية عصرية و جمود لا يحمد“

(فتاوی الشیخ الالبانی، جمع وترتیب: ابوسند محمد: ۱۳۰)

(حرمت کا حکم اس تصویر کو بھی شامل ہے جو مجسمہ نہیں اور جس کا سایہ نہیں ہوتا، حضرت جبریل کے اس قول کی وجہ سے کہ: ”ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تماثیل ہوں“ اور تماثیل تصاویر ہیں، اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ وہ تماثیل جو (حضرت عائشہ کے گھر میں) ایک پردے پر تھے ان کا سایہ نہیں تھا، (پھر بھی اللہ کے رسول نے اس سے منع کیا) لہذا اس سلسلہ میں کوئی فرق نہیں اس تصویر میں جو کپڑے پر نقش ہو یا کاغذ پر لکھی ہو یا کیمرے سے چھڑائی ہو کیونکہ یہ سب تصویر سازی اور تصویر ہے، اور ہاتھ کی تصویر اور فوٹو گرافی کی تصویر میں فرق کرنا کہ پہلی کو حرام قرار دیا جائے اور دوسری کو نہیں، یہ موجودہ دور کی ظاہر پرستی اور جمود ہے جو کسی طرح قابل ستائش نہیں)

شیخ ناصرالدین البانی نے اپنے رسالہ ”آداب الزفاف“ میں بھی تصویر شمسی کے مسئلہ پر کلام کیا ہے، وہ شادی کے موقعہ پر ہونے والے محرمات پر تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”ويجب عليه أن يمتنع من كل ما فيه مخالفة للشرع ، و خاصة ما اعتاده الناس في مثل هذه المناسبة ، حتى ظن كثير منهم – بسبب سكوت العلماء – أن لا بأس فيها ، و أنا أنبه هنا على أمور هامة منها : الأول : تعليق الصور على الجدران ،سواء كانت مجسمة أو غير مجسمة لها ظل أو لا ظل لها ،يدوية أو فوتوغرافية ،فإن ذلك كله لا

يجوز ، و يجب على المستطيع نزعها إن لم يستطع تمزيقها“

(آداب الزفاف:۱۱۲-۱۱۳)

(آدمی پر واجب ہے کہ ہر اس چیز سے بچے جس میں شریعت کی مخالفت ہو اور خاص طور پر اس سے جو لوگوں نے اس جیسی تقریبات میں عادت بنالی ہے، یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے علماء کے خاموش رہ جانے کی وجہ سے یہ گمان کرلیا کہ ان میں کوئی حرج ومضائقہ نہیں ہے میں یہاں چند اہم امور پر تنبیہ کرتا ہوں، اول دیوار پر تصاویر لٹکانا ہے، خواہ وہ مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ ہو، خواہ اس کا سایہ ہو یا نہ ہو، اور خواہ وہ ہاتھ کی بنائی ہوئی ہو یا فوٹو گرافی کی ہو، کیونکہ یہ سب کی سب ناجائز ہیں اور طاقت رکھنے والے پر ان کو نکال دینا واجب ہے اگر ان کو پھاڑنے کی طاقت نہ ہو)

پھر شیخ البانی نے اس کے حاشیہ پر بہت تفصیل سے کلام کر کے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو ہاتھ کی تصویر اور شمسی وعکسی تصویر میں فرق کرتے ہیں، یہاں ہم ان کی عبارت کے بجائے اس کا خلاصہ نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں: آپ نے فرمایا کہ بعض لوگوں نے ہاتھ کی تصویر اور شمسی تصویر میں اس گمان سے فرق کیا ہے کہ یہ شمسی تصویر انسان کا فعل نہیں ہے، اس کا فعل تو صرف یہ ہے کہ وہ سایہ کو محفوظ کرتا ہے، اور ان لوگوں کے نزدیک اس آلہ کو بنانے والے نے جو محنت اس پر خرچ کی ہے تاکہ وہ ایک لحظہ میں اس قدر تصویریں بنا سکے جو دوسرا اس کے بغیر کئی گھنٹوں میں بھی نہیں بنا سکتا، یہ انسان کا فعل وعمل نہیں ہے اور اسی طرح تصویر بنانے والے کا اس آلے کو نشانے کی طرف لگانا اور اس سے پہلے اس کی فلم کی ریل کا اس میں سیٹ کرنا، پھر اس

میں مسالہ لگانا وغیرہ بھی ان کے نزدیک انسان کا عمل نہیں ہے، اوراس تفریق کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک کسی آدمی کی تصویر گھر میں لٹکانا جبکہ وہ تصویر شمسی ہو جائز ہے اور اگر وہی ہاتھ کی بنائی ہوئی ہے تو جائز نہیں ہے، کیا تم نے ظاہر پر اس جیسا جمود بھی دیکھا ہے؟ اسی طرح شمسی تصویر کو جائز قرار دینے والوں نے تصویر بنانے کے اس طریقہ پر جمود کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں رائج تھا اور اس شمسی تصویر کے جدید طریقہ کو وہ لوگ اس سے منسلک نہیں کرتے، حالانکہ یہ تصویر شمسی بھی لغت وشرع سے بھی اور اس کے اثرات ونقصانات کے لحاظ سے بھی تصویر ہی ہے۔

شیخ البانی کہتے ہیں کہ میں نے اسی قسم کے ایک شخص سے کہا کہ تم پر لازم ہے کہ تم ان بتوں کو بھی حلال کہو جو ایک خاص آلے یعنی مشین سے کرنٹ کا ایک بٹن دبانے پر چند سکنڈ میں دسیوں کے تعداد میں بن کر نکلتے ہیں، بتاؤ اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو وہ مبہوت رہ گیا۔ شیخ نے آخر میں کہا ہے کہ ہم ایسی تصویر کو مباح قرار دیتے ہیں جس میں اسلام اور مسلمانوں کی کوئی مصلحت ہو اور وہ تصویر کے بغیر کسی مباح ذریعہ سے حاصل نہ ہو سکے، تو ایسی تصویر جائز ہے۔

(آداب الزفاف: ۱۲۰-۱۲۲)

مصری عالم شیخ ابوذر قلمونی کا فتویٰ

ایک مصری عالم شیخ ابوذر قلمونی نے اپنی کتاب " فتنة تصوير العلماء والظهور في القنوات الفضائية" میں شمسی تصویر کو جو لوگ الکٹرانک شعاعوں کا مجموعہ کہتے ہیں اور اس کو تصویر نہیں مانتے، ان کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

" ان التفريق بين الصور التي ورد تحريمها في

النصوص و بين هذه الصور بأن هذه " موجات الكترونية"
تفريق بوصف ملغي لا اعتبار لها في الشرع ؛ لأن الشرع
علّق الحكم على وصف المضاهاة ، فهو الوصف المؤثّر
في الحكم ، أما طريقة مضاهاة الصورة فهو وصف طردي
لم يتعرض له الشارع "

(فتنة تصوير العلماء:۴٦)

(بلا شبہ جن تصویروں کی حرمت نصوص میں وارد ہے ان میں اوران تصاویر میں یہ فرق بیان کرنا کہ یہ شمسی تصویریں ''الکٹرانک شعاعیں'' ہیں ، یہ ایسے وصف سے فرق بیان کرنا ہے جس کا شرع میں کوئی اعتبار نہیں ، کیونکہ شرع نے حرمت تصویر کا حکم اللہ کی تخلیق سے مشابہت پر معلق کیا ہے لہذا یہی وصف حکم میں مؤثر ہوگا ، رہا تصویر لینے کا طریقہ تو وہ ایسی علت ہے جس سے شارع نے کوئی تعرض نہیں کیا ہے)

شیخ محمد بن صالح العثیمین کا فتوی

عالم اسلام کے معروف عالم دین شیخ محمد بن صالح العثیمین نے بھی اس مسئلہ کے متعلق تفصیلی کلام کیا ہے، ان کے بارے میں بعض لوگوں کو یہ شبہ ہو گیا تھا کہ وہ تصویر شمسی کے جواز کے قائل ہیں، مگر خود آپ نے اس کی تردید کردی، بات یہ ہے کہ وہ بھی تصویر شمسی کے عدم جواز کے قائل ہیں، جیسا کہ ان کے فتاوی نظروں سے گزریں گے، اور غالباً غلط فہمی کی وجہ ان کی بعض عبارات کو کما حقہ نہ سمجھنا ہے، کیونکہ شیخ العثیمین کا نظریہ یہ ہے کہ کیمرے کی تصویر کو تصویر نہیں کہتے ، لیکن تصویر نہ ہونے کے باوجود وہ بلا ضرورت اس کو لینے اور رکھنے کے قائل نہیں ہیں، بلکہ وہ صاف طور پر

بلاضرورت اس کو لینے کو حرام کہتے ہیں، یہاں ان کے بعض فتاوی ملاحظہ کیجئے۔

(۱) انھوں نے ایک موقعہ پر لکھا ہے کہ:

الحال الثالثة : أن تلتقط الصور التقاطاًبأشعة معينة بدون تعديل وتحسين من الملتقط ، فهذا محل خلاف بين العلماء المعاصرين: فالقول الأول :أنه تصوير ، وإذا كان كذلك فإن حركة هذا الفاعل للآلة يُعَدُّ تصويراً ، وإذ لولا تحريكه إياها ما انطبعت هذه الصورة على أن هذه الورقة .... والقول الثاني : أنها ليست بتصوير ، لأن التصوير فعل المصور ، وهذا الرجل ما صوّرها في الحقيقة ، وإنما التقطها بالآلة ، والتصوير من صنع اللّٰه . ...وهذا القول أقرب ، لأن المصور بهذه الطريقة لايُعْتَبَرُ مُبْدِعاً ولا مخطِّطاً ، ولكن يبقى النظر : هل يحل هذا الفعل أم لا ؟ والجواب : إذا كان لغرض محرم صارحراماً وإذا كان لغرض مباح صار مباحاً ، لأن الوسائل له أحكام المقاصد ، وعلى هذا فلوأن شخصاً صور إنساناً لما يسمّونه بالذكرى ، سواء كانت هذه الذكرى للتمتع بالنظر إليه أو التلذذ به أو من أجل الحنان والشوق إليه ؛ فإن ذلك محرّم و لايجوز ، لما فيه من اقتناء الصور ؛ لأنه لا شك أن هذه صورة ، ولا أحد ينكر ذلك . وإذا كان لغرض مباح كما يوجد في التابعية والرخصة والجواز وما أشبهه ، فهذا يكون مباحاً ‘‘

(مجموع فتاوی ورسائل الشیخ العثیمین: ۲۸۵/۱۰)

(تصویر کی دوسری صورت یہ ہے کہ تصاویر خاص قسم کی شعاعوں کے ذریعہ تصویر اتارنے والے کے کچھ بنانے سنوارنے کے عمل کے بغیر اتاری جائیں، یہ صورت معاصر علماء کے مابین محلِ اختلاف ہے،اس بارے میں پہلا قول یہ ہے کہ یہ بھی تصویر ہی ہے اور جب ایسا ہے تو اس کام کے کرنے والے کا اس آلہ (کیمرے) کوحرکت دینا تصویر بنانا شمار ہوگا، کیونکہ اگر وہ اس آلہ کوحرکت نہ دے تو کاغذ پر تصویر چھپ نہیں سکتی، اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تصویر نہیں ہے کیونکہ تصویر تو تصویر لینے والے کا فعل ہوتا ہے،اوراس شخص نے حقیقت میں تصویر نہیں بنائی، بلکہ اس نے تو صرف صورت کو آلہ کے ذریعہ اُتارا ہے،اورصورت بنانا تو اللہ کا کام ہے ،................... یہ قول اقرب ہے، کیونکہ اس طریقے سے تصویر لینے والے کو کسی چیز کا بنانے والا اوراس کا نقشہ تیار کرنے والا نہیں شمار کیا جاتا،لیکن یہ بات قابل غور باقی ہے کہ یہ تصویر شمسی لینے کا کام جائز ہے یانہیں؟اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی حرام مقصد سے ہوتو یہ حرام ہو جائے گا اور اگر کسی مباح مقصد سے ہوتو جائز ہوگا؛اس لئے کہ وسائل مقاصد کے حکم میں ہوتے ہیں،اس اصول پر اگر کوئی شخص یادگار کے طور پر تصویر لیتا ہے خواہ اس لئے کہ اس کو دیکھا کرے یا اس لئے کہ اس سے لذت حاصل کرے یا شوق ورغبت دکھائے تو یہ حرام ہے، جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں تصویر کا حاصل وجمع کرنا پایا جاتا ہے،اوراس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تصویر ہے اوراس کا کوئی انکار کرنے والا نہیں،اوراگر کوئی کسی مباح وجائز غرض سے ہو جیسے شہریت یا لائسنس یا پاسپورٹ وغیرہ میں پائی جاتی ہے تو وہ جائز ہے)

(۲) ایک اورموقعہ پر کہتے ہیں کہ:

”وأما التصوير بالآلة وهي (الكاميرا)التي تنطبع الصورة بواسطتها من غير أن يكون للمصور فيها أثر بتخطيط الصورة و ملامحها، فهذه موضع خلاف بين المتأخرين: فمنهم من منعها و منهم من أجازها ، . . . . الاحتياط الامتناع من ذلك ،لأنه من المتشابهات، ومن اتقى الشبهات استبرأ لدينه و عرضه ، لكن لواحتاج إلى ذلك لأغراض معينة كإثبات الشخصية فلا بأس به لأن الحاجة ترفع الشبهة“

(مجموع فتاوی ورسائل الشیخ العثیمین :۲۱۰/۱۲)

(رہا آلہ یعنی کیمرے سے تصویر لینا جس کے واسطے سے صورت اور اس کے خط وخال کا نقشہ ،تصویر کھینچنے والے کے بنائے بغیر ہی چھپ جاتا ہے تو یہ متأخرین علماء کے درمیان اختلافی صورت ہے،بعض نے اس سے منع کیا اور بعض نے اس کی اجازت دی ،احتیاط اس سے بچنے میں ہے، کیونکہ یہ متشابہات میں سے ہے اور جو شبہات سے بچتا ہے وہ اپنے دین وآبرو کو بچالیتا ہے ،ہاں اگر مخصوص مقاصد کے لئے اس کی حاجت وضرورت پڑے جیسے شناختی کارڈ وغیرہ تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ حاجت وضرورت شبہ کو ختم کر دیتا ہے)

(۳)ایک اور فتوے میں فرمایا کہ:

”جمع الصور للذكرى محرم ،ولا يجوز للإنسان أن يقتني صورة إلا ما دعت إليه الحاجة أو الضرورةإلى ذلك كصور رخص القيادة و صور الإقامة و بطاقة إثبات

الشخصية و بطاقة جواز السفر وأما ما ليس له حاجة وإنما هو للذكرى فإن اقتناؤه حرام ،لأن الملائكة لا تدخل بيتا فيه صورة“

(فتاویٰ اسلامیۃ:۳۶۱/۴)

(یادداشت کیلئے تصاویر کا جمع کرنا حرام ہے،اور انسان کے لئے جائز نہیں کہ وہ تصویر لے مگر جب کہ اس کی حاجت یا ضرورت ہو، جیسے ڈرائیونگ لائسنس کی تصویریں، اقامہ کی اور شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کی تصویریں ،اور وہ تصاویر جن کی حاجت نہیں اور وہ صرف یادداشت کے لئے ہیں تو ان کا لینا حرام ہے، کیونکہ ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو)

(۴) بعض لوگوں نے شیخ العثیمین کی طرف یہ منسوب کیا کہ وہ صرف مجسم تصاویر کو حرام کہتے ہیں اور دوسری تصاویر شمسی کو جائز کہتے ہیں، کسی نے اس بارے میں شیخ سے سوال کیا تو جواب میں کہا کہ:

”من نسب إلينا أن المحرم من الصور هو المجسم ،وأن ذلك غير حرام،فقد كذب علينا ،ونحن نرى أنه لا يجوز لبس ما فيه صورة سواء كان من لباس الصغار ٠ و من لباس الكبار وأنه لايجوز اقتناء الصور للذكرى أوغيرها إلا ما دعت الضرورة أو الحاجة إليه مثل التابعية والرخصة “

(فتاوی العثیمین:۲۲۱/۱۲،وفتاوی اسلامیہ:۳۶۴/۴)

(جس نے ہماری جانب یہ منسوب کیا کہ تصاویر میں سے صرف وہ حرام ہیں جو مجسم ہیں اور یہ کہ اس کے علاوہ دوسری تصاویر حرام نہیں ہیں اس نے ہم پر

جھوٹ باندھا ہے،اور ہم یہ رائے رکھتے ہیں کہ اس چیز کا پہننا جائز نہیں جس میں تصویر ہوخواہ وہ بچوں کے لباس میں سے ہوں یا بڑوں کے لباس میں سے ہو،اور یادداشت کے طور پر یا کسی اور غرض سے تصویر کا لینا جائز نہیں ،مگر یہ کہ ضرورت یا حاجت پڑ جائے جیسے شہریت یالائسنس کے لئے تصویر)

(۵) آپ سے سوال ہوا کہ فوٹو گرافی کے آلہ سے تصویر کا کیا حکم ہے؟ تو جواب میں کہا کہ:

" التقاط الصور ةبالآلة الفوتوغرافية الفورية التى لاتحتاج إلى عمل بيد فإن هذا لا بأس به ؛ لأنه لا يدخل فى التصوير ، ولكن يبقى النظر ، ما هو الغرض من هذا الالتقاط ؟ إذا كان الغرض من هذا الالتقاط هو أن يقتنيها الإنسان ولو للذكرى صار ذلك الالتقاط محرماً ، وذلك لأن الوسائل لها أحكام المقاصد ، واقتناء الصور للذكرى محرم"

(فتاوی الشیخ العثیمین :۱۲/۲۳۳-۲۳۴)

(فوٹو گرافی آلہ یعنی کیمرے کے ذریعہ تصویر لینا جس میں ہاتھ کے عمل کی ضرورت نہیں پڑتی ،اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ تصویر میں داخل نہیں،لیکن یہ بات قابل غور رہ جاتی ہے کہ اس فوٹو گرافی کی تصویر کی غرض کیا ہے؟ اگر تصویر لینے سے غرض یہ ہے کہ انسان اس کو محفوظ کرے اگر چہ کہ وہ محض یادداشت کے لئے ہوتو یہ حرام ہو جائے گا کیونکہ وسائل کو مقاصد کا حکم دیا جاتا ہے اور تصاویر کا محفوظ کرنا حرام ہے)

(٦) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں شیخ العثیمین نے خط لکھا، اس میں فرماتے ہیں کہ:

" وما أشرتم إليه من تكرر جوابى على إباحة الصورة المأخوذة بالآلة فإنى أفيد أخى أننى لم أبح اتخاذ الصورة إلا ما دعت الضرورة أ و الحاجة إليه كالتابعية والرخصة وإثبات الحقائق ونحوها ـ وأما اتخاذ الصور للتعظيم أو للذكرى أو للتمتع بالنظر إليه أو التلذذ بها ،فإنى لا أبيح ذلك ، سواء كان تمثالا أو رقما ، وسواء كان مرقوما باليد أو بالآلة لعموم قول النبى ﷺ : لا تدخل الملائكة بيتا فيه صورة " وما زالت أفتى بذلك "

(فتاوی الشیخ العثیمین: ۱۲/۲۴۷)

(اور جو تم نے آلے سے لی جانے والی تصویر کے جائز ہونے کے بارے میں میرے بار بار جواب کی جانب اشارہ کیا ہے تو میرے بھائی کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں نے تصویر لینے کی اجازت نہیں دی مگر صرف اس کی جس کی ضرورت یا حاجت ہو، جیسے شہریت ولائسنس اور حقائق کے ثبوت دینے اور اس جیسی امور کے لئے، لیکن تعظیم کے لئے یا یادگار کے طور پر یا اس کو دیکھکر فائدہ اٹھانے یا لذت حاصل کرنے کے لئے لینے کو میں نے جائز نہیں قرار دیا، خواہ وہ مجسمہ ہو یا چھڑانا ہو یا خواہ وہ ہاتھ سے لکھی ہو یا آلے سے لی ہو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا قول عام ہے کہ: اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو، میں برابر یہی فتوی دیتا آ رہا ہوں)

جامعہ الازہر مصر کا فتوی

جامعۃ الازہر مصر القاہرہ کے مفتی علامہ شیخ عبدالرحمٰن قراعہ نے ذی القعدۃ ١٣٣٩، مطابق: ١٩٢١ء کو ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ

:" والذی تلخص من كلام الفقهاء أن تصويرذی روح حرام سواء كانت الصورة كبيرة أو صغيرة في ثوب أو بساط أو درهم أو حائط أو غيرها ـ و أما اقتناء الصورة فقد بين حكمه شيخنا العلامة الشيخ محمد العباسي المهدي مفتي الديار المصرية سابقا............ ما نصه: صرح علمائنا بأن اقتناء صورة ذي الروح الكبيرة التي تبدو للناظر بدون تأمل وهي كاملة الأعضاء التي لا تعيش بدونها مكروه تحريما " و متى يعلم أن الصورة الفوتوغرافية ان كانت لذی روح وكانت كبيرة كاملة الأعضاء بحيث يبدو للناظر من غير تأمل كان اتخاذها مكروها تحريما وان كانت صغيرة لا تبين تفاصيل أعضائها الا بامعان النظر و تدقيقه أو كانت كبيرة نقص من أعضائها ما لا يعيش صاحبها الا به ، لم يكره اقتنائها "

(فتاوی الازہر: ٧/٢٣٠)

(فقہاء کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جاندار کی تصویر حرام ہے، چھوٹی ہو یا بڑی، کپڑے، بستر پر ہو یا درھم دیوار وغیرہ پر۔ جہاں تک تصویر کشی اور فوٹو گرافی کی بات ہے تو ہمارے شیخ اور مما لک مصر کے سابق مفتی علامہ محمد عباسی مہدی صاحب نے اس

کا حکم بیان کیا ہے............... چنانچہ آپ صراحتاً لکھتے ہیں کہ: ذی روح کی اتنی بڑی تصویر جو مشاہدہ کرنے والے کو بلا تأمل ظاہر ہوجائے اور وہ کامل اعضا والی ہو جس کے بغیر زندگی متصور نہیں ہوتی، تو وہ حرام اور مکروہ ہے، اور جب معلوم ہو گیا کہ فوٹو گرافی کی تصویر بھی اگر کسی ذی روح کی ہو، اور وہ متکامل الاعضا اور اتنی بڑی ہو کہ دیکھنے والا کو تامل کئے بغیر نظر آجائے تو اس کا لینا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر وہ اتنی چھوٹی ہے کہ اس کے اعضاء کی تفصیل بغیر غور وخوض کے واضح نہیں ہوتیں یا پھر اتنی بڑی ہے کہ اس کے اعضا میں سے کوئی ایسا عضو کٹا ہوا ہے جس کے بغیر صاحب تصویر کی زندگی متصور نہ ہو سکے، تو اس کا بنانا اور کھینچنا مکروہ نہیں ہے)

شیخ محمد بن ابراہیم نجدی کا فتوی

علماء نجد میں سے علامہ شیخ محمد بن ابراہیم نے ابوالوفاء محمد درویش کے جواز تصویر کے فتوے پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"وجوابي عن ذلك أن أقول: تصوير ما له روح لايجوز ، سواء في ذلك ما كان له ظل و ما لا ظل له ، و سواء كان في الثياب والحيطان ،والفرش والأوراق وغيرها ،وهذا هو الذى دل عليه الأحاديث الصحيحة ....دلائل کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

فان التصوير الشمسي وان لم يكن مثل المجسد من كل وجه ،فهو مثله في علة المنع ،وهي ابراز الصورة فى الخارج بالنسبة الى المنظر ولهذا يوجد كثير من المصورات الشمسية ما هو أبدع في حكاية المصور بحيث يقال في

الواحدة من الصور : هذه صورة فلان طبق الأصل".

(الدرر السنیہ فی الاجوبۃ النجدیۃ:۱۵/۲۹۸-۳۰۲)

(اس کے متعلق میرا جواب یہ ہے کہ میں کہا کرتا ہوں کہ: ذی روح کی تصویرنا جائز ہے ،خواہ اس کا سایہ رہے یا نہ رہے ، اور چاہے کپڑوں ،دیوارں پر ہواور بستروں وکاغذات وغیرہ پر۔تمام روایات صحیحہ اسی پر دلالت کرتی ہیں ۔ ....وجہ اس کی یہ ہے کہ فوٹو اگر چہ ہر لحاظ سے مجسمہ کے مانند تو نہیں ،مگر علت ممانعت میں وہ اسی کی طرح ہے ۔ اوروہ منظر کے اعتبار سے خارج میں تصویر کا ظاہر کرنا ہے۔اسی لئے بہت فوٹو ایسی ہوتی ہیں کہ وہ صاحب تصویر کی نقالی میں سب سے زیادہ عمدہ ہوتیں ہیں اتنی کہ ایک فوٹو کی بابت کہا جاتا ہے کہ: وہ فلاں کی فوٹو ہے بالکل اصل ہی کی طرح۔)

علامہ شیخ صالح البلیہی کا فتوی

ایک اور نجدی عالم شیخ صالح البلیہی نے اپنے ایک فتوی میں حرمت تصویر پر تفصیلی دلائل کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:''تصویر خواہ مجسد ہو یا نہ ہو سب کا ایک ہی حکم ہے، پھر لکھا ہے کہ:

"فعلى المسلم الناصح لنفسه أن يحارب الصور في قوله و فعله و اعتقاده ،و يجب اتلاف ما قدر عليه منها ،لأنها معصية و منكر و انكار المنكر واجب وعليه أن لا يدع منها يدخل مسكنه وان عمت البلوى بشيء منها فيجتهد في ازالتها و طمسها لان التصوير معصية واقرارها في البيت رضى والرضى بالمعصية معصية "

(الدررالسنیۃ: ۱۵/۳۱۴-۳۱۵)

(پس ہر اس مسلمان پر جو اپنے لئے نصیحت چاہتا ہے واجب ہے کہ وہ قولا وفعلاً اور اعتقاداً تصویروں کے خلاف ڈٹا رہے، اور جو تصویر بھی ملے اس کو تلف کرنا بھی ضرور ہے؛ کیونکہ یہ معصیت اور گناہ ہے اور منکر کا انکار ضروری ہے، اگر ان میں سے کسی کو تمام لوگ اپنا لگیں تب بھی ان کا نام ونشان مٹانے کی بھرپور کوشش کرے، اس لئے کہ تصویر سازی معصیت ہے اور اس کو گھر میں رکھنا راضی ہونا ہے اور گناہ پر راضی ہونا بھی معصیت وگناہ ہے۔)

شیخ عبداللہ بن سلیمان بن حمید کا فتوی

شیخ عبداللہ بن سلیمان بن حمید لکھتے ہیں کہ:

ومن المنكرات الظاهرة صور ذوات الارواح الموجودة في السيارات والمجلات وغيرها فقد جاء الوعيد الشديد في عظم وزر المصورين .

(ظاہروباہر منکرات میں سے وہ جاندار کی تصویریں ہے جو گاڑیوں اور مجلوں وغیرہ میں پائی جاتی ہیں) پھر دلائل کے بعد لکھتے ہیں کہ:

" فالصور حرام بكل حال سواء كانت الصورة في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو اناء أو حائط أو غيرها و سواء ما له ظل أو ما لا ظل له " .

(تصویریں ہر حال میں حرام ہیں، خواہ کپڑے، بستر، درہم ودینار، پیسے، برتن اور دیوار یا ان کے علاوہ کسی میں بھی ہوں، اور چاہے اس کا سایہ ہو یا نہ ہو۔)

شیخ محمد صالح المنجد کا فتویٰ

وہ لکھتے ہیں کہ: الأصل في تصوير كل ما فيه روح من الانسان وسائر الحيوانات ، انه حرام ، سواء كانت الصور مجسمة أم مرسوما على ورق أو قماش أو جدران و نحوها ، أم كانت صورا شمسية ملتقطة من الكاميرا .

(فتاوی الاسلام: ۳۰۶/۱)

(انسان اور تمام حیوانات میں سے ہر جاندار کی تصویر کی بابت قاعدہ یہ ہے کہ یہ حرام ہے۔خواہ تصویر مجسمہ کی ہوں یا کاغذ، کپڑے یا دیوار جیسی چیزوں پر نقش ہوں۔یا پھر کیمرے کے ذریعہ کھینچی گئی فوٹو ہو۔)

ایک اور فتوے میں لکھتے ہیں کہ:

" من المنكرات التي تقع في الأفراح تصوير النساء وهو محرم سواء كان هذا التصوير بواسطة الفيديو أو كان بآلة التصوير والتصوير بالفيديو اشد قبحا و اثما.

(فتاوی الاسلام: ۲/۱)

(شادیوں اور تقریبات میں کئے جانے والے گناہوں میں سے ایک عورتوں کی تصویر کشی بھی ہے۔اور یہ حرام و ناجائز ہے، چاہے یہ تصویر کشی ویڈیو کے ذریعہ لی جائے یا کیمرے کی ذریعہ۔ اور ویڈیو کے زریعہ تصویر کشی تو حد درجہ قبیح اور گناہ کا کام ہے)

علامہ ابو اسحاق الحوینی سے موبائیل سے لی جانے والی تصویر کے بارے میں سوال ہوا تو لکھا کہ:

" شأنه في ذلك شأن الكا ميرا و أكثر علمائنا على تحريم ذلك ما لم يكن له ضرورة أو حاجة "۔

(اس کا حال بھی کیمرے کی تصویر کی طرح ہے اور کیمرے کی تصویر میں ہمارے اکثر علماء حرام ہونے پر ہیں الا یہ کہ کوئی ضرورت وحاجت ہو)

اس سے جہاں ڈیجیٹل تصویر کا مسئلہ معلوم ہوا وہیں عام کیمرے کی تصویر کا حکم بھی معلوم ہوا کہ اکثر علماء کے نزدیک وہ حرام ہے۔

فوٹوگرافی اور علماء ہند و پاک کے فتاوی

دارالعلوم دیوبند کا فتوی

فتاوی دارالعلوم قدیم موسوم بہ ''امداد المفتین'' میں حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''کسی جاندار کی تصویر بنانا خواہ مجسمہ کی صورت میں یا نقش ورنگ کی صورت میں اور پھر خواہ قلم سے اس کی نقاشی کی جائے یا پریس وغیرہ میں اس کو چھاپا جائے اور یا فوٹو کے ذریعہ عکس کو قائم کیا جائے یہ سب بلاشبہ تصاویر وتماثیل ہیں جن کی حرمت پر اس قدر احادیث وارد ہیں کہ اگر تواتر کا دعوی کیا جائے تو غالبًا صحیح ہوگا......................۔الی قولہ۔.................احادیث مذکورہ اور عبارات فقہاء سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فوٹو اور مطلقاً تصویر کھینچنا اور کھنچوانا اور ان کا استعمال

کرنا اوران کا اپنے پاس رکھنا گناہ کبیرہ ہے۔اور کرنے والا ان افعال کا فاسق ہے اور نماز اس کے پیچھے جب کہ دوسرا امام مل سکتا ہو مکروہ تحریمی ہے۔

(امداد المفتیین:۹۹۴)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نوراللہ مرقدہ کا فتوی

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم ہند کے فتاوی میں سوال جواب ہے ملاحظہ کیجئے:

سوال : کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے متعلق کہ فوٹو کھینچنا اور کھنچوانا شرعی نقطۂ نظر سے کیوں حرام ہے، جبکہ زید یہ کہتا ہے کہ متحرک کو ہم ساکن کر دیتے ہیں یعنی شیشے میں دیکھنے سے جو ہماری صورت نظر آتی ہے اسے ہم مستقل کر دیتے ہیں تو وہ فوٹو کہلاتا ہے، پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیوں حرام ہے،اس سے ایک یادگار بھی قائم رہتی ہے۔

جواب : تصویر بنانا اوراس کواستعمال کرنا شریعت مقدسہ نے ناجائز قرار دیا ہے۔فوٹو لینا بھی تصویر بنانے کا ایک طریقہ ہے، پس وہ ناجائز ہے جبکہ اس سے جاندار کی تصویر بنائی جائے ۔ہاں مکانات اور غیر ذی روح مناظر کا فوٹو لینا جائز ہے ،جیسا کہ ان کی ہاتھ سے تصویریں بنانی جائز ہیں ۔ شریعت مقدسہ نے جانداروں کی تصویریں بنانا اور فوٹو لینا ایک مصلحت سے حرام فرمایا ہے کہ غیر اللہ کی تعظیم اور توقیر کا شائبہ بھی مسلمانوں میں نہ رہے۔

(بیس بڑے مسلمان:۴۴۴)

مصر کے سفر میں حضرت والا اور بعض مصری علماء کے درمیان اسی مسئلہ کے سلسلہ میں بحث ومباحثہ ہوا، جس میں آپ نے ان مصری عالم کو حرمت تصویر کی

علت و وجہ بتائی تو وہ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔

چنانچہ منقول ہے کہ:

''مصر سے واپسی کے وقت کافی تعداد میں وہاں علماء اور عمائدین نے خواہش ظاہر کی کہ حضرت مفتی صاحب کی فوٹو لی جاوے مگر حضرت مفتی صاحب نے منع فرمایا، علماءِ مصر کا ایک گروہ (جو فوٹو کو جائز قرار دیتا تھا) نے بحث شروع کر دی کہ:

علماءِ مصر: التصویرالممنوع هو الذی یکون بصنع الانسان ومعالجة الایدی، وهذا لیس کذالك انما هو عکس الصورة ۔(ممنوع تو وہ تصویر ہے جو انسان کے عمل اور ہاتھوں کی کاریگری سے ہو، فوٹو میں کچھ نہیں کرنا پڑتا، یہ تو صورت کا عکس ہوتا ہے)۔

حضرت مفتی صاحب: کیف ینتقل هذا العکس من الزجاجة الی الورق؟۔(یہ عکس کیمرے کے لینس سے کاغذ پر کس طرح منتقل ہوتا ہے؟)

علماءِ مصر: بعد عمل کثیر۔(بہت کچھ کاریگری کرنی پڑتی ہے)

حضرت مفتی صاحب: أی فرق بین معالجة الایدی وصنع الانسان والعمل الکثیر۔(انسان کے عمل، ہاتھوں کی کاریگری اور بہت کچھ کاریگری میں کیا فرق ہے؟)

علماءِ مصر: نعم هو شیء واحد۔(کوئی فرق نہیں سب کا ایک ہی مفہوم ہے۔)

حضرت مفتی صاحب: اذاً حکمها واحد۔(لہذا حکم بھی سب کا ایک ہی ہے۔)

علماءِ مصر حضرت مفتی صاحب کی حاضر جوابی سے بے حد متاثر ہوئے

اور کچھ ایسے خاموش ہوئے کہ جواب نہ دے سکے۔

(جامع الفتاوی:۱/ ۶۱۵،بیس بڑے مسلمان:۴۳۹)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا فتوی

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید عالم ہے وہ کہتا ہے کہ تصویر دستی یعنی قلم کی بنی ہوئی کا بنوانا یا مکان میں رکھنا حرام ہے،لیکن فوٹو کا لیا جانا اور مکان میں رکھنا حرام نہیں ہے، بایں دلیل کہ فوٹو آئینہ کا عکس ہے، عام لوگ آئینہ دیکھتے ہیں۔

جواب : زید کا قول بالکل غلط ہے،اور یہ قیاس مع الفارق ہے، آئینہ کے اندر کوئی انتقاش باقی نہیں رہتا،زوال محازات کے بعد وہ عکس بھی زائل ہوجاتا ہے،بخلاف فوٹو کے،اور یہ بالکل ظاہر ہے،اور پھر صنعت کے واسطے سے ہے،اس لئے بالکل مثل دستی تصویر کے ہے۔

(امداد الفتاوی:۴/۲۵۳)

حضرتؒ نے اپنے مشہور زمانہ اور مفید ترین اصلاحی رسالہ ’’اصلاح الرسوم‘‘ میں فوٹو کو تصویر کے حکم سے مستثنیٰ کرنا غلط قرار دیا ہے اور فوٹو کا بھی وہی حکم بتایا ہے جو تصویر کا ہے۔چنانچہ حضرت رقم فرماتے ہیں:

’’بعض لوگ فوٹو کو حرمت تصویر سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں کہ اس میں خود بخود تصویر اتر آتی ہے کوئی بناتا نہیں۔ماشاء اللہ کیا غضب کا اجتہاد ہے،اس کا سامان جمع کرنا،صاحب تصویر کے روبرو اس کا رکھنا یہ تصویر کشی نہیں تو کیا ہے؟‘‘۔

(اصلاح الرسوم:۳۱)

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ؒمفتی اول دارالعلوم دیوبند کا فتوی

تصویر کھینچا اور کھنچوانا جدید طریق فوٹو سے ایسا ہی حرام اور ناجائز ہے جیسا کہ دستی تصویر کھینچنا اور کھنچوانا ممنوع اور حرام ہے، اور رکھنا اس کا ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ دستی تصویر کا رکھنا۔ فوٹو کے ذریعہ سے تصویر کھنچوانے اور کھینچنے والا اس سزا اور وعید کا مستحق وسزاوار ہے جو احادیث میں مصورین کے لئے وارد ہیں۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۱/۷۴۲)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب ؒ کا فتوی

''تصویرکشی شریعت اسلامیہ میں مطلقا حرام ہے خواہ قلم سے ہو یا بصورت فوٹوگرافی یا بصورت طباعت و پریس، بشرطیکہ کسی جاندار کی تصویر ہو''۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۲/۹۹۱)

حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ اپنی عظیم وشاہ کار تصنیف ''جواہر الفقہ'' میں لکھتے ہیں کہ:

''جیسے قلم سے تصویر کھینچنا ناجائز ہے ایسے ہی فوٹو سے تصویر بنانا یا پریس پر چھاپنا یا سانچہ اور مشین وغیرہ میں ڈھالنا یہ بھی ناجائز ہے''۔

(جواہر الفقہ: ۳/۲۲۳)

محدث عظیم حضرت علامہ محمد ادریس کاندھلوی ؒ کا فتوی

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی ؒ اپنے عظیم الشان کتاب ''التعلیق الصبیح شرح مشکوۃ المصابیح'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''موجودہ دور کے بعض روشن خیال تجدد پسند افراد نے کیمرے کے ذریعہ تصویر کشی یعنی فوٹوگرافی کومباح قرار دیا ہے۔اوردلیل میں بتایا کہ یہ تصویر ہی نہیں ہے ۔ان کا یہ خیال تصویر کے مفہوم سے واقعی ناواقفیت یا تجاہل عارفانہ کے سبب ہے اور یا پھر فریب کاری وجعل سازی کا نتیجہ اور باعث سرزنش ہے؛اس لئے کہ تصویر کا مفہوم عام ہے، چاہے ہاتھ سے بنائی جائے یا قلم ،پنسل یا کسی آلہ سے بنائی جائے ۔اورتصویر کا معنی ان سب پر یقیناً صادق آتا ہے؛ کیونکہ لغت میں تصویر مطلق صورت سازی اور شکل بنانے کو کہتے ہیں اور یہ لغوی مفہوم ہر ایک کوشامل ہے ،اور پھر تصویر شمسی یعنی فوٹوگرافی میں تو یہ اظہر من الشّمس ہے ، تواس کا بھی حکم بدرجۂ اولی بالیقین حرمت کا ہی ہوگا ۔جس طرح والدین کو''اف'' تک بھی کہنے کی حرمت سے ان کو مارنے اوران پر ہاتھ اٹھانے کی حرمت بدرجۂ اتم ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ اس طرح کہ باری تعالی کے قول ''**ولاتقل لهما اف**'' میں''اف'' کہنے کے ممنوع ہونے کا مدار ایذاء رسانی وتکلیف ہے ،اورایذاء وتکلیف کا مفہوم اس سے زیادہ انہیں مارنے اور ہاتھ اٹھانے میں بتمام پایا جاتا ہے،اسی وجہ سے اف کہنے کے مقابلہ میں ہاتھ اٹھانے اور مارنے کی حرمت بدرجۂ تمام ثابت ہوتی ہے ۔ بالکل اسی طرح جب فوٹو میں صورت سازی کا مفہوم علی وجہ التمام پایا جاتا ہے تواس کا بھی ممنوع وحرام ہونا ضرور بالضرور بدرجۂ کمال ثابت ہوگا''۔

اِس کے بعد بھی حکمِ مذکور کا انکار اوراس سے اختلاف رکھنے والوں کے متعلق حضرت نوراللہ مرقدہ اپنی علمی وتحقیقی مہارت وبراعت اور ایمانی فراست وحمیت کا فیصلہ سناتے ہیں کہ:

”وانکار البداهة مکابرة و مشاغبة “اورایسی بدیہی ویقینی بات کاانکار ہٹ دھرمی وسینہ زوری ہےاور بدمعاشی وشرارت پسندی ہے۔

(ترجمہ از التعلیق الصبیح:۴/۵)

حضرت مولانا شبیر علیؒ صاحب کافتوی

آج کل تصویروں کا بہت رواج ہوگیا ہے،گھروں کوان سے سجایا جاتا ہے اوراس فن نے بہت ترقی کرلی ہے، بہت سےلڑکےاورلڑکیاں اپنااوراپنےعزیزوں کافوٹوکھنچواکراپنے پاس رکھتے ہیں اوربعضے لوگ فوٹوکوتصویرنہیں سمجھتے اس کوجائز سمجھتے ہیں، بالکل غلط بات ہے۔خوب یادرکھوجاندارکی تصویرکھینچنااورکھنچوانااور پاس رکھنا بلاضرورت شدیدہ حرام ہے۔

(حاشیہ بہشتی زیورمکمل مدلل:چھٹاحصہ/ص،۴)

نوٹ : واضح رہے کہ بہشتی زیورپرحضرت مولاناشبیرعلی صاحبؒ کی تحقیق وتحشیہ اورمسائل کی تخریج وترمیم دراصل حضرت تھانویؒ ہی کی زیرنگرانی اورسرپرستی ہوئی ہے،اور یہ بھی بلاواسطہ حضرت ہی کا توثیق شدہ وتصدیق کردہ ہے۔

چنانچہ حضرتؒ اس جدیدمحقق ومدلل بہشتی زیورکی طباعت واشاعت کی مناسبت سےاپنی اطلاع ونگرانی کااظہارکرتے ہوئے راقم ہیں کہ:

”اس نسخہ (یعنی مکمل ومدلل بہشتی زیورجومولاناشبیرعلی صاحبؒ نے ۱۳۴۴ھ میں شائع کیاتھا)پر برخوردار مولوی شبیرعلی کااہل علم سے نظرثانی کرانااوراس نظرثانی میں مقامات پرعبارات یامضامین کی ترمیم ہوجانااوراسی طرح ہرمسئلہ کےاخیرمیں کتابوں کاحوالہ لکھوانا یہ سب میرےمشورہ اوراطلاع سے ہواہے مقامات ترمیم میں قریب قریب کل کے باالتزام میں میں نے بھی نظرکی ہےاوراب

یہ نسخہ بہمہ وجوہ بفضلہٖ تعالیٰ مکمل و مدلل ہوگیا ہے‘‘

(بہشتی زیور مکمل و مدلل کا ماقبل دیباچہ)

حضرت حکیم الاسلام حضرت قاری طیب صاحبؒ کا فتویٰ

کسی صاحب نے فوٹو کے متعلق سوال کیا کہ اس کا بنانا اور اپنے پاس رکھنا کیسا ہے اور اس سلسلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

حضرت حکیم الاسلام نے فرمایا کہ:

’’ایک تو ہے مجبوری کا درجہ جیسا کہ پاسپورٹ ہے کہ اس میں فوٹو کھنچوانا ضرور ہے بغیر اس کے آدمی قانوناً غیر ملک کا سفر نہیں کرسکتا خواہ حج کا سفر ہو خواہ باہر دوسرے ملکوں کا سفر، لیکن عام حالات میں فوٹو کا حکم وہی ہے جو تصویر کا حکم ہے ۔ جس طرح تصویر کھینچنی اور کھنچوانی ممنوع ہے اس کا بھی کھینچا اور کھنچوانا ممنوع ہے‘‘۔

(مجالس حکیم الاسلام:۲۰۳)

اسی مجلس میں آپ نے تصویر کشی کی حرمت، شناعت وقباحت اور اس سے پیدا ہونے والی برائیوں پر مدلل و مفصل کلام کرتے ہوئے تصویر کو جائز سمجھنے والے بعض حضرات کی تردید کرتے ہوئے اور جمہور اہل فتاوی کے مسلک یعنی حرمت فوٹو کی تائید میں فرمایا کہ:

’’اور اگر اس کے باوجود کوئی عالم جواز کا فتویٰ دے تو اس کی حجت اس کے ساتھ ہے کسی کا فعل حجت نہیں ہے۔اصل حجت وہ ہے جو شریعت بیان کرے۔ اگر مصر والے اجازت دیتے ہیں تو وہ ان کا فعل ہے وہ ہمارے لئے حجت نہیں جبکہ ہمارے سامنے ایک اصول موجود ہے۔انہوں نے جو بھی تاویل کی ہو ہم اس کے

پابندنہیں ،صریح احکام ہمارے سامنے موجود ہیں ،ارگر مجموعہ احادیث واحکام لے کردیکھا جائے تو تصویر کی مذمت نکلتی ہے‘‘۔

(مجالس حکیم الاسلام:۲۱۰)

حضرت مولانا مفتی عبدالقادر فرنگی محلیؒ کا فتوی

سوال : سالانہ جلسے کے موقع پر ہمارے مدرسے میں طلبہ وغیرہ بٹھا کر تصویر لی جاتی ہے اور طلبہ کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی تصویر کھنچوائیں ،لہذا یہ جائز ہے یا نہیں؟ صرف چہرے کی تصویر کھنچوانا یا مدرسے میں طلبہ سے صرف چہرے کی تصویر بنوانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : چونکہ ذی روح کی تصویر بنانا صاحب شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے اور قیامت کے دن تصویر بنانے والے کے لئے عذاب شدید کی وعید ارشاد فرمائی ہے ، اس لئے علماء نے تصویر بنانے کو گناہ کبیرہ میں داخل کیا ہے اور چونکہ تصویر ذی روح کی بنانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے لہذا اس میں مدد کرنا اعانۃ علی المعصیۃ کی وجہ سے شرعاً درست نہیں ، پس صورت مسئلہ میں تصویر کھنچوانے والے کا جان بوجھ کر کیمرہ (آلۂ تصویر کشی) کے سامنے بیٹھنا جائز نہیں اور کسی اسلامی ادارہ کو جائز نہیں کہ وہ تصویر کھنچوانے کے لئے طلبہ کو مجبور کرے الخ۔

(فتاوی فرنگی محل موسوم فتاوی قادریہ:۶۳)

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا فتوی

فوٹو کھچوانا منع ہے اگر کوئی دینی ضرورت اس پر موقوف ہو یا ایسی دنیوی ضرورت ہو کہ آدمی مجبور ہو جائے تو معذوری ہے۔

(فتاوی محمودیہ:۱۹/ ۴۶۹)

ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے خواہ لکڑی ،مٹی ،لوہا ،سونا وغیرہ کسی مادہ سے بنائی جائے یا قلم سے کسی کاغذ پر یا تختی پر بنائی جائے یا مشین سے عکس لیا جائے کسی طرح اجازت نہیں ۔ایسی تصویر بنانے والوں کے لئے حدیث شریف میں عذاب شدید کی وعید ہے اور ایسی تصویروں کو مکان میں رکھنا اور کمروں کی زینت کے لئے آویزاں کرنا بھی جائز نہیں ۔

(فتاوی محمودیہ:۱۹/۴۹۲)

حضرت مولا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کا فتوی

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں ایک شخص نے فوٹو کھنچوایا اور جب اس کو معلوم ہوا کہ اس کا بہت گناہ ہے تو اس کو بہت افسوس ہوا اور ندامت ہوئی ۔اب اس گناہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوئی صورت ہے؟ اور یادگار کے لئے یا وطن بھیجنے کے لئے یا شادی کی غرض سے لڑکے اور لڑکی کو بتلانے کے لئے تصویر کھنچوانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : ضرورت اور قانونِ شرعی مجبوری کے بغیر تصویر بنانا اور بنوانا جائز نہیں، گناہ کا کام ہے، بنوالی ہو تو ضائع کردی جائے ،اور توبہ استغفار کرے اللہ سے معافی مانگے ،یادگار کے لئے یا وطن بھیجنے کے لئے یا لڑکی لڑکے کو بتانے کے لئے تصویر بنوانے کی شرعاً اجازت نہیں ۔جس کو دیکھنے کی ضرورت ہو وہ جا کر دیکھ لے ،اور اس میں تصویر کشی کے گناہ کے علاوہ اور بھی خرابیاں ہیں ۔

(فتاوی رحیمیہ :۱۰/۱۴۶)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ کا فتویٰ

حضرت مولانا رشید احمد لدھیانویؒ کے افاضے وافادے کی روشنی میں اورتائید وتصدیق کے ساتھ مولانا مفتی ابراہیم صاحب نائب مفتی دارالافتاء والارشاد نے ایک شاہکار رسالہ ''النذیرالعریان عن عذاب صورۃ الحیوان'' تحریر فرمایا، جس میں مولانا نے حرمتِ تصویر کشی کے اسباب ودلائل جمع کرنے کے بعد فوٹو کو بھی تصویر ہی قرار دیا ہے، اور جمہور علماء دین کے مسلک ''فوٹو کی تصویر بھی حرام ہے'' کی تصحیح وترجیح اورمجوزین کے جملہ دلائل کا مدلل ومحقق جواب دینے کے بعد خلاصہ کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''کسی بھی جاندار کی تصویر بنانا سخت حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے، خواہ تصویر کسی بھی قسم کی ہو، بڑی ہو یا چھوٹی، کپڑے کاغذ پر بنائی جائے یا درودیوار پر، قلم سے بنائی جائے یا کیمرے سے۔ اسی طرح تصویر کا پریس میں چھاپنا، مشین یا سانچے میں ڈھالنا بھی ناجائز ہے۔ تصویر ساز، فوٹو گرافر اوران کے عمل میں کسی پہلو سے شرکت کرنے والے اشخاص فاسق ہیں، ان کی اذان، اقامت ناجائز ہے، شہادت مردود ہے۔

(احسن الفتاوی:۸/ ۴۳۷)

حضرت مولانا مفتی یوسف صاحب لدھیانویؒ کا فتویٰ

گھروں میں فوٹو چسپاں کرنا جائز نہیں، ہر جاندار کا فوٹو ممنوع ہے۔ جن ڈبوں یا چیزوں پر فوٹو ہوتا ہے اسے مٹا دینا چاہئے۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۷/ ۶۰)

ایک جناب کی یاوہ گوئی کا جواب دیتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

کیمرے کے اندر جو ''چغد'' بیٹھا ہوا ہے وہ مشین ہے، جو انسان کی تصویر کو محفوظ کر لیتی ہے۔ جو کام مصور کا قلم یا برش کرتا ہے وہی کام یہ مشین نہایت سہولت اور سرعت کے ساتھ کر دیتی ہے اور اس مشین کو بھی انسان ہی استعمال کرتے ہیں۔ یہ منطق کم از کم میری سمجھ میں تو نہیں آتی کہ جو کام آدمی ہاتھ یا برش سے کرے تو وہ حرام ہو اور وہی کام اگر مشین سے کرنے لگے تو وہ حلال ہو جائے۔ اور پھر آنجناب فوٹو کے تصویر ہونے کا بھی انکار فرماتے ہیں ،حالانکہ عرف عام میں بھی فوٹو کو تصویر کہا جاتا ہے، اور تصویر ہی کا ترجمہ ''فوٹو'' ہے۔ الغرض آپ نے ہاتھ کی بنائی ہوئی اور مشین کے ذریعہ اتاری ہوئی تصویر کے درمیان جو فرق کیا ہے، یہ صرف ذریعہ اور واسطہ کا فرق ہے۔ مآل اور نتیجہ کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں اور حدیث نبوی ''المصورون اشد عذابا یوم القیامۃ'' میں ہاتھ سے تصویر بنانے والے اگر شامل ہیں تو مشین کے ذریعہ بنانے والے بھی اس سے باہر نہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۷/۸۴)

ایک اور مقام پر استفتاء اور جواب بعینہ اس طرح ہے کہ:

سوال : فوٹو گرافی تخلیق نہیں ہے، اگر تخلیق ہے تو آئینہ اور پانی میں بھی تو آدمی کی شکل نظر آتی ہے؟ دوسرے فلم کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہونے کی ضرورت اور ٹی وی ایسے شروع ہوئے ہیں کہ ہر مسلمان کے گھر میں موجود ہے۔ اس ضرورت کو سمجھتے ہوئے اس کو اچھے مصرف میں استعمال کیا جائے، اس کی اسلام میں کیا حیثیت ہے؟

جواب : فلم اور تصویر آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے حرام ہے، اوران کو بنانے والے ملعون ہیں۔ایک ملعون اسلام کی اشاعت کا ذریعہ کیسے بن سکتی ہے؟ فوٹو کو عکس کہنا خودفریبی ہے؛ کیونکہ اگر انسانی عمل سے اس عکس کو حاصل نہ کیا جائے اور پھراس کو پائیدار نہ بنایا جائے تو فوٹو بن نہیں سکتا، پس ایک قدرتی اور غیراختیاری چیز پرایک اختیاری چیز کو قیاس کرنا خودفریبی ہے۔ ''فلمی صنعت'' کالفظ ہی بتاتا ہے کہ یہ انسان کی بنائی ہوئی چیز ہے۔

(آپ کے مسائل اوران کاحل:۷/ ۶۷)

مولانامفتی نظام الدین اعظمیؒ مفتی دارالعلوم دیوبند کافتوی

حضرت مفتی صاحب سے ایک طویل استفتاء کیا گیا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

سوال : ایک شخص منوہرلال منیجر کتب خانہ اشاعت الاسلام دہلی نے افریقہ کے ایک مسلمان تاجر کے آرڈر انبیاء اور بزرگوں کی چند تصاویر اس نے چھاپ دی، جس سے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو بہت گراں گزرا۔ اہل اسلام کی تکلیف کو دیکھ اس نے معذرت کی اوران تصاویر کی نگیٹیو جلاکر اعلان عام کیا کہ وہ نہیں جانتا تھا یہ ان تصویروں کا چھاپنا (جبکہ ایک مسلمان نے طباعت کا آرڈر دیا تھا) قابل اعتراض ہے۔

اس واقعہ کے حوالے سے تصویر اور تصویرساز کے مذکورہ عمل کی حیثیت مفتی صاحب سے معلوم کی گئی تو اس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ:

جواب : عام جانداروں کی تصویر بنانا خواہ کسی کیڑے مکوڑے ہی کی کیوں نہ ہو اسلام میں قطعاً حرام اور گناہ ہے اور آخرت میں اس پر بہت سخت عذاب کی وعیدیں آئی ہیں .... باقی صاحب معاملہ کو اپنی غلطی کا احساس

ہوااورانہوں نے معذرت ہی نہیں بلکہ دہلی کے علماء کوحکم بناکران کے فیصلہ کے مطابق عمل کرکےان تمام تصویروں کے نگیٹیواورخاکےان سب حضرات کی موجودگی میں جلاکرضائع بھی کردئے اورآئندہ کے لئے ان حضرات کویقین بھی دلایا کہ اس طرح کی کوئی تصویرنہیں شائع کروں گا،جیسا کہ ان حضرات علماء کرام کی خود اپنی تحریروں سے (جواستفتاء کےساتھ منسلک ہیں) توصاحب معاملہ کی یہ غلطی عنداللہ معاف ہوگی۔

(منتخبات نظام الفتاوی:۱/۳۷۱۔۳۷۲)

شیخ التفسیرحضرت مولانااحمدعلی لاہوریؒ کافتوی

”شرعاً مسلمانوں کافرض ہے کہ فوٹوکھنچوانے یاگھرمیں رکھنے سے پرہیزکریں ورنہ خطرہ ہے کہ وہ اس فعل بد کے ارتکاب کے باعث عنداللہ ذلیل کرکےجہنم رسید کئے جائیں گے۔البتہ جوچیزیں ہمارے اختیارسے باہرہیں ان میں ہم مکلّف نہیں ہیں اوراللہ تعالی کی رحمت سےقوی امید ہے کہ ان باتوں میں مواخذہ نہ ہوگا مثلاً مروج سکے یانوٹ پرتصویرہےاورہمیں جلوت وخلوت میں اس کے جیب میں رکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے یاگھرمیں رکھاجاتاہے،شاہی سکے کے تبدیل کرنے کاہمیں کوئی اختیارنہیں اس لئے معذورہیں ۔یامثلاً فن ڈاکٹری یاانجینئری میں تعلیم پانے والےطلبہ کے لئےتصویرکشی کی قلمی مشق لازمی ہے جواس سےاحترازکرےوہ تعلیم ہی نہیں پاسکتا،علی ہذاالقیاس اوربھی صورتیں مجبوری کی پیش آتی ہیں،جیسے پاسپورٹ وغیرہ،لہذاان مجبوریوں میں حرمت ان اشیاء کی ویسی ہی رہےگی البتہ اضطرارکےباعث عفوکی امید ہے“۔

(خطبات لاہوری:۲/۲۸۴۔۲۸۵)

باقیات صالحات ویلور کا فتوی

سوال : یہاں چند دنوں سے گھروں وغیرہ میں فوٹو، تصویروں کا رکھنا جائز یا ناجائز ہونے کی بحث ہورہی ہے ،بعض کہتے ہیں کہ نا جائز ہے ....اور بعض کہتے ہیں کہ جائز ہے............ براہ کرم حکم شرعی سے مطلع فرمائیں۔

جواب :اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه ، جاندار کی تصویر گھروں میں رکھنا خواہ دیواروں پر لگائے رکھیں یا اور کسی جگہ، جائز نہیں۔

(فتاوی باقیات صالحات:۹۲۶۔۲۷۷)

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سہارنپوریؒ کا فتوی

سوال: تصویر اور فوٹو میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ فوٹو رکھنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب : حکم کے اعتبار سے ہر دو میں کچھ فرق نہیں ،فوٹو بالکل تصویر کے حکم میں ہے ، حیوان ''جاندار'' کا فوٹو رکھنا شرعاً ناجائز ہے ۔ بے جاندار، درخت وغیرہ کا فوٹو رکھنا، اتارنا درست ہے۔(جامع الفتاوی:۱/۷۔۶۱)

حضرت مولانا محمد سلیم اللہ خان صاحب کی تحقیق اور فتوی

''جہاں تک تعلق ہے آج کل کے کیمرے کی تصویر کا تو اگر چہ مصر کے بعض علماء نے اس کے جواز کا فتوی دیا ہے ؛لیکن جمہور اہل فتاوی کا فتوی اس کے عدم جواز کا ہے.......................اب رہ جاتی ہے بات ٹیلی ویژن، ویڈیو، کمپیوٹر کی تصویر کی، اس کے بارے میں جمہور اہل فتاوی کا فتوی عدم جواز ہونے کا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ ٹی وی پر آنے والی تصویر کا وہی حکم ہے جو دوسری عام تصاویر کا ہے ۔البتہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ تصویر کے حکم میں نہیں بلکہ یہ عکس ہے ، جو شعاعوں اور لہروں کے

ذریعہ جدید ٹکنیک سے محفوظ کردیا جاتا ہے۔

(کشف الباری:۱۲/۲۳۴۔۲۳۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا تقی عثمانیؒ کا فتویٰ

تصویر سازی کے جواز وعدم جواز کے علل واسباب پر بحث کرنے کے بعد اپنا فیصلہ اور فتویٰ لکھتے ہیں کہ:

حقیقت یہ ہے کہ نقش ونگار کے ذریعہ بنائی ہوئی تصاویر اور عکسی تصاویر کے درمیان جو تفریق ہے ،اس کی کوئی مضبوط بنیاد نہیں ہے ۔شریعت کا اصول یہ ہے کہ جو چیز اصلاً حرام اور غیر مشروع ہو،آلہ کے بدل جانے سے اس کا حکم نہیں بدلتا،مثلاً شراب حرام ہے ،چاہے اس کو ہاتھ سے بنا گیا ہو،چاہے جدید مشینوں کے ذریعہ بنایا گیا ہو،یا مثلاً قتل کرنا حرام ہے،چاہے کوئی چھری سے قتل کرے یا گولی چلا کر قتل کرے ۔ یہی معاملہ تصویر کا ہے ،شریعت نے تصویر بنانے اور رکھنے کو منع فرمایا ہے ،لہذا اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ تصویر مصور کے برش سے بنائی گئی ہو یا کیمرے کے ذریعہ کھینچی گئی ہو۔

(فقہی مقالات:۴/۱۳۰)

ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے حضرت لکھتے ہیں کہ:

تصویر کھینچنا اور کھنچوانا مسجد سے باہر بھی ناجائز ہے ،خاص طور پر مسجد کو اس ناجائز فعل سے آلودہ کرنا تو اور بھی گناہ ہے۔اگر واقعۃً ان کی اجازت سے ریل بھری گئی تھی اور انہوں نے تصویر کھینچتے دیکھ کر قدرت کے کے باوجود منع نہیں کیا، اس کے باوجود قسم کھالی کہ میری اجازت سے تصویر نہیں کھینچی گئی تو انہوں نے سخت

گناہ کا ارتکاب کیا۔ اگر وہ اس گناہ پر اللہ سے توبہ کرلیں تو خیر، ورنہ اگر اصرار کریں تو انہیں اپنے اختیار سے امام نہیں بنانا چاہئے۔ تاہم جو نمازیں ان کے پیچھے پڑھی گئیں وہ ادا ہوگئیں۔ (فتاوی شیخ الاسلام: ا/ ۴۳۸)

جامع ترمذی کی درسی تقریر میں آپ نے کیمرے کی تصویر کے سلسلہ میں علماء کے اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ اور فرمایا کہ مصر کے مفتی علامہ محمد بخیطؒ نے فوٹوگرافی کو اس دلیل سے جائز قرار دیا کہ حرمت تصویر کی علت مشابہت بخلق اللہ ہے اور یہ کیمرے کے ذریعہ تصویر کشی کرنے میں نہیں پائی جاتی اور بلاد مصر وعرب کے بہت سے علماء نے ان کی تائید بھی کی۔ مگر علماء کی اکثریت نے اس زمانے میں بھی اور بعد میں بھی اور خاص طور پر ہندوپاک کے علماء نے اس استدلال کو صحیح نہیں بتایا۔ اور لکھا کہ حرمت تصویر کی علت ''مشابہت بخلق اللہ'' جیسے ہاتھ، قلم وغیرہ سے تصویر کشی کرنے میں پائی جاتی ہے اسی طرح کیمرے کے ذریعہ تصویر کشی کرنے میں بھی پائی جاتی ہے، اور محض آلہ کی تبدیلی سے حکم میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس لئے جمہور علماء کے نزدیک راجح یہی ہے ک کیمرے کی تصویر کا بھی وہی حکم ہے جو ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویر کا ہے۔ لہذا اس سے پرہیز ضروری ہے۔

(ملخصاً از درس ترمذی: ۵/ ۳۴۹۔۳۵۰)

شیخ الحدیث مظاہر العلوم وقف حضرت مولانا عثمان غنی صاحب کی تحقیق اور فتوی

تصویر سے مراد ذی روح یعنی جاندار کا چہرہ ہے، اگر چہرہ نہ ہو تو وہ مستثنی ہے۔ اسی طرح غیر جاندار مثلاً مسجد، مکان درخت کی تصویریں داخل ممانعت نہیں ہیں۔ اور تصویر خواہ فوٹو ہو یا مجسمہ ہو سب ناجائز ہیں جیسے ٹی وی، ویڈیو کیسٹ سب ناجائز وحرام ہیں۔ (نصر الباری: ۱۱/ ۱۰۵)

حضرت مولانا خالدسیف اللہ صاحب رحمانی کا فتوی

''متعدد احادیث شریفہ کی بناپر فقہائے امت نے فرمایا کہ کسی بھی جاندار کی تصویر کھینچا، کھنچوانا کسی حال میں جائز نہیں۔ خواہ ہاتھ کے ذریعہ یا قلم سے یا فوٹو سے''۔ (کتاب الفتاوی:۶/۱۶۷)

ایک جگہ خود مولانا سے مذہبی جلسے میں ویڈیو گرافی کرنا جائز یا نہیں کا سوال ہوا تو اس کے جواب میں تحریر کرتے ہیں کہ:

''لوگوں کو دین کی باتیں سکھانا، سیکھنے اور سکھانے کی ترغیب دینا یقیناً نہایت نیک کام اجر وثواب کا باعث ہے، لیکن اس کے لئے تصویر کشی اور فوٹو گرافی جائز نہیں، بلاضرورت شرعی تصویر کھینچنا اور کھنچوانا گناہ کبیرہ ہے''۔

(کتاب الفتاوی:۶/۱۶۹)

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی کا فتوی

''بہرحال ان روایات واقوال محدثین سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ فوٹو کھینچنا اور کھنچانا ناجائز ہے ایسا کرنے والا فاسق اور مرتکب کبیرہ ہے''۔

(حبیب الفتاوی:۲/۲۴۱)

مولانا رفیق احمد رفیق المہر وری ثم الفتیوی کی تحقیق اور فتوی

''اکثر تماثیل کا اطلاق مٹی، پتھر، سونا، چاندی وغیرہ کے زریعہ مجسمہ بنانے پر ہوتا ہے اور تصاویر کا اطلاق فوٹو پر بھی ہوتا ہے، چاہے وہ فوٹو گرافی سے کھینچے یا رنگ ونقش وغیرہ سے بنائے جائیں''۔

(ایضاح المشکوۃ:۲/۵۶۲)

آگے ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

مشین کے فوٹو کا حکم:

(۱) ممالک عرب کے بعض علماء کہتے ہیں کہ مشین کے ذریعہ جو عکس اور فوٹو اٹھاتے ہیں، وہ جائز ہے۔

(۲) ممالک عرب کے علماءِ محققین اور جمہور علماء عجم کہتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے۔

(ایضاح المشکوۃ:۲/۵۶۳)

مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی

''ہر طرح کے جاندار کی تصویر بنانا اور اس کا بیچنا حرام ہے حتی کہ لڑکوں کے کھلونے جو تصویر کی شکل میں ہوتے ہیں حرام ہیں ۔ اگر ان چیزوں کو کوئی توڑ دے یا خراب کردے تو خراب کرنے والے سے کوئی تاوان نہیں لیا جائے گا کیونکہ اسلامی شریعت میں یہ مال ہی نہیں ہے، اس کا خراب کرنا اور راستہ کی مٹی کو ادھر ادھر کرنا دونوں برابر ہے''۔

(اسلامی فقہ:۲/۳۸۰)

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا فتوی

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی (جو بریلوی طبقے کے بانی مبانی اور اس کے امام کہلاتے ہیں) ان کا فتوی بھی یہی ہے کہ تصویر عکسی بھی حرام ہے، ان کا فتوی ملاحظہ کیجئے:

''صورت گری جاندار مطلقاً حرام است؛ سایہ دار باشد یا بے سایہ، دستی باشد یا عکسی۔ درزمان برکت نشان سید الانس والجان ﷺ

ہر دو گانہ تصویر می ساختند ؛ ہم مجسم وہم مسطح، ودر احادیث ذکر مطلق صورت گری نہی اکید ودر صنعت اووعید شدید بے تخفیف وتقیید ورود یافت ؛ پس جمیع اقسام اوزیر منع درآمد۔ تصویر بے سایہ را روا داشتن، مذہب بعض روافض است وبس۔

(فتاوی رضویہ: ۹/۱۷، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

(جاندار کی تصویر بنانا مطلقا حرام ہے، سایہ دار ہو یا بے سایہ ہو، دستی ہو یا عکسی ہو، سید الانس والجان ﷺ کے زمان برکت نشان میں دونوں طرح کی تصویر بناتے تھے، مجسم بھی مسطح بھی، اور احادیث میں مطلق صورت بنانے کے بارے میں نہی اکید اور اس کی صنعت کاری پر وعید شدید بلا تخفیف و بغیر کسی قید کے وارد ہوئی ہے، لہذا تصویر کی تمام قسمیں اس منع کے تحت داخل ہو جاتی ہیں، بے سایہ تصویر کو جائز رکھنا صرف بعض روافض کا مذہب ہے)

(فتاوی رضویہ: ۹/۱۷، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

نیز بریلوی مسلک کے دیگر علماء کا بھی یہی فتوی ہے، چنانچہ ''فتاوی بریلوی شریف'' میں ایک سوال آیا ہے کہ: جس جلسہ میں تصویر کشی ہو اس میں شرکت کرنا کیسا ہے، جلسہ جلوس میلاد النبی ﷺ وغیرہ کے مواقع پر پرسنل ریکارڈ کے لئے یا گورمنٹی کاغذات کی خانہ پری یا اخباری رپورٹ کے لئے تصویر بنانا کیسا ہے؟ یہاں امریکہ کے اکثر جلسوں میں تصویریں بنتی ہیں ان سے بچنے کی کیا صورت ہے؟

علماء بریلویہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ:

''ان امور میں تصویر کھینچنا کھنچوانا ہرگز جائز نہیں، علماء کرام نے ایسی صورت میں تصویر کشی کی اجازت دی ہے کہ جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو، تو اسی

قدر رخصت ہے جتنے سے یہ کام ہو جائے ۔شرح الاشباہ میں ہے :''**ما ابیح للضرورة یتقدر بقدرها**'' تومحض رکارڈ کے لئے تصویر کشی کیوں کر جائز ہوسکتی ہے جبکہ ریکارڈ کے لئے رپورٹ کے ساتھ تصویر کوئی لازم وضروری نہیں ۔جن جگہوں پر تصویر کشی و ویڈیو گرافی جیسے منکرات شرعیہ کا ارتکاب کیا جاتا ہو وہاں مسلمانوں کی شرکت ناجائز وحرام خواہ وہ مجلس سیاسی ہو یا مذہبی۔

(فتاوی بریلی شریف:۱۷٦)

اسی کتاب میں مسجد میں تصویر کشی کے بارے میں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ: کہیں بھی کسی بھی ذی روح کی تصویر کھینچنا کھینچوانا سخت حرام بد انجام ہے،اور مسجد جیسی متبرک ومسعود جگہ میں اس قبیح وشنیع فعل کا ارتکاب تو اور زیادہ حرام بلکہ اشد حرام ہے۔(فتاوی بریلی شریف:۲۰۱)

جناب ابوالاعلی مودودی مرحوم اور فوٹو کا مسئلہ

جماعت اسلامی کے بانی مبانی جناب ابوالاعلی مودودی صاحب کا بھی یہی فتوی ہے کہ تصویر وفوٹو سب حرام وناجائز ہیں ۔مولانا مودودی اگر چہ متعدد مسائل میں جمہور امت کے خلاف رائے رکھتے ہیں اور اسی لئے علماء نے ان کے خیالات و نظریات کی تردید بھی کی ہے،تاہم وہ اس مسئلہ میں جمہور کے ساتھ ہیں،ان کا فتوی ملاحظہ کیجئے:

سوال : میرے ایک فوٹو گرافر دوست کا خیال ہے کہ اسلام نے تصویر کے متعلق جو امتناعی حکم دیا ہے وہ فوٹو پر عائد نہیں ہوتا۔ بالخصوص جب کہ فحش منظر کا فوٹو نہ لیا جائے ۔کیا اس حد کو قائم رکھتے ہوئے فوٹو گرافی کا پیشہ کیا جا سکتا ہے؟ قومی لیڈروں،جلسوں اور جلوسوں کی تصویریں لینے میں کیا حرج ہے؟

جواب : فوٹو کے متعلق اصولی بات سمجھ لینی چاہئے کہ اسلام جاندار چیزوں کی مستقل شبیہ محفوظ کرنے کو بالعموم روکنا چاہتا ہے کیونکہ انسانی تاریخ کا طویل تجربہ ثابت کرتا ہے کہ یہ چیز اکثر فتنہ کا موجب بنی ہے۔اب چونکہ اصل فتنہ صورت کا محفوظ ہونا ہے لہذا اس سے بحث نہیں کی جائے گی کہ اس کو کس طریقہ سے محفوظ کیا جاتا ہے۔طریقہ خواہ سنگ تراشی کا ہو یا موقلم یا عکاسی کا، یا جو کوئی آئندہ ایجاد ہو، بہر حال یہ نا جائز ہی رہے گا۔کیونکہ یہ سارے طریقے اصل فتنہ کا سبب بننے میں یکساں ہیں۔پس فوٹو گرافی اور مصوری میں کوئی فرق نہیں کیا جاسکتا۔اور ممانعت چونکہ جاندار اشیاء کی تصویروں کی ہے،اس لئے تمام تصویریں حرام رہیں گی۔خواہ وہ فحش ہوں یا غیر فحش ، البتہ فحش تصویر میں ایک وجہ حرمت کی اور بڑھ جاتی ہے...... ....لیکن لیڈروں کی تصویریں اور جلسوں اور جلوسوں کی تصویریں کسی طرح بھی جائز اور حقیقی ضرورت کی تعریف میں نہیں آتیں،خصوصاً لیڈروں کی تصویریں تو بندگان خدا کو اس خطرے سے بہت ہی قریب پہنچا دیتی ہیں جس کی وجہ سے تصویر کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

(رسائل ومسائل:۱۱۹۔۱۲۰)

یہاں یہ بھی سنتے چلئے کہ ایک صاحب نے جناب ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم پر یہ اعتراض کیا کہ:

’’اگر واقعی تصویر حرام ہے تو پھر آپ کی تصویر اخبار میں دیکھی جائے تو بڑا رنج ہوتا ہے۔عموماً علماء کرام تصویر کو نا جائز بتاتے ہیں ،مگر ان کا عمل اس کے برعکس ہوتا ہے۔؟‘‘

اس کے جواب میں مودودی صاحب نے لکھا کہ: آپ شاید اس خیال میں ہیں

کہ آجکل بھی کسی شخص کی تصویراسی وقت اتر سکتی ہے جب وہ خود کھنچوائے ،حالانکہ اس زمانے میں آدمی کی تصویر بالکل اسی طرح اتاری جاتی ہے جیسے کسی شخص کواچانک گولی ماردی جائے ۔اخبارات میں میری تصویریں شائع ہوتی ہیں ان میں میری مرضی کا کوئی دخل نہیں ہے۔تصویر کے بارے میں میں اپنا مسلک شروع ہی سے واضح کررکھا ہے۔اگراس کے باوجود بھی لوگ تصویر لینے سے باز نہیں آتے تواس کی ذمہ داری ان کی گردن پر ہےاورآپ کومجھ سے پوچھنے کے بجائے ان سے پوچھنا چاہئے۔
(رسائل ومسائل:۴/۱۰۶۔۱۰۷)

جامعہ بنوریہ عالمیہ بنوری ٹاون کراچی کافتوی

''واضح ہوکہ تصویر کی حرمت محض اس کی عبادت اور پوجا کرنے کی وجہ سے نہیں کہ آج کے دور میں اگراس کی پوجانہیں کی جارہی ہےتو جائز ہونی چاہئے ، بلکہ کسی بھی ذی روح کی تصویرگارے ،مٹی اور پتھروغیرہ سے بنائی جائے یا کیمرہ وغیرہ سے کسی درودیواراورکاغذ وکپڑے وغیرہ پر بنائی جائے ،''مضاہاۃ لخلق اللہ ''،یعنی اللہ تعالی کی خلق کے مثل اورمشابہ ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔الخ۔
(فتاوی جامعہ بنوریہ عالمیہ:نمبر:۴۲۶۲۱)

تصویر کے بارے میں اکابر کا عمل

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کا مسلک وعمل

ایک صاحب جناب احمد حسین کے خط کے جواب میں حضرت شیخ الاسلامؒ نے لکھا کہ:

''والا نامہ مع کٹنگ فوٹو پہنچا، یاد فرمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں، میں نے خود اپنے علم ارادے سے کبھی فوٹو نہیں کھنچوایا، میری لاعلمی میں ایسا ہو جاتا ہے، نہ میں اس کو جائز سمجھتا ہوں، جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ خود اس کے ذمہ دار ہیں''۔

(تذکرہ حضرت مدنی: ص، ۲۶۳)

حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ کا رجوع

پہلے پہل جبل العلم والعلماء حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ کی بھی رای فوٹوگرافی کے جائز ہونے ہی کی تھی، مگر حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کی تحقیق انیق اور لاجواب رسالہ ''التصویر لاحکام التصویر'' کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد اپنی رای سے رجوع فرمالیا تھا اور جمہور علماء ہی کے مسلک کو راجح قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ:

مسئلہ تصویر کے متعلق میں نے ۱۹۱۹ء میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں ذی روح کے فوٹو لینے یعنی عکسی تصویر کشی اور خصوصاً نصف حصہ جسم کے فوٹو کا جواز ظاہر کیا تھا۔ اس سلسلہ میں بعد کو ہندوستان اور مصر کے بعض علماء نے بھی مضامین لکھے، جن میں سے بعض میرے موافق ہیں اور بعض میرے مخالف ہیں؛ لیکن بہرحال اس بحث کے سارے پہلو سامنے آگئے ہیں، اس لئے سب کو سامنے رکھ

کراب اس سے اتفاق ہے کہ صحیح یہی ہے کہ امر اول دستی تصویر کی طرح ناجائز ہے اور امر ثانی کھینچنا ناجائز اور کھنچوانا باضطرار جائز، اور دھڑ کے بغیر سر اور چہرے کے دونوں جائز ہیں۔ (جواہر الفقہ :۳/۱۷۰)

مولانا ابوالکلام آزاد کا رجوع

ایک صاحب نے اپنی کتاب کے شروع میں مولانا کی تصویر لگانے کی اجازت مانگی تو اس پر مولانا نے جواب لکھا کہ:

''تصویر کا کھنچوانا، رکھنا، شائع کرنا سب ناجائز ہے، یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھنچوائی اور الہلال کو باتصویر نکالا تھا، اب میں اس غلطی سے تائب ہو چکا ہوں، میری پچھلی لغزشوں کو چھپانا چاہئے نہ کہ ازسرنو ان کی تشہیر کرنا چاہئے''

(جواہر الفقہ :۳/۱۷۱)

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ کا واقعہ

حضرت مفتی صاحب نوراللہ مرقدہ کے ملفوظات میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

''ایک صاحب نے میری تصویر کھینچنے کا ارادہ کیا، مجھ سے اجازت چاہی، میں نے منع کردیا اور کہا کہ تصویر کشی ناجائز ہے۔ انہوں نے کہا کہ عدم جواز بتوں کے بارے میں ہے، میں نے کہا کہ حضرت عائشہؓ نے اپنے حجرہ پر پردہ ڈال رکھا تھا، جس میں تصاویر تھیں، حضور ﷺ نے اسے پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ سخت ترین عذاب قیامت کے دن ان لوگوں کو ہوگا جو تصویر بناتے ہیں (بخاری:۲/۸۸۰) وہاں تو بت نہیں تھے، اس کے باوجود پھاڑ ڈالا اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ کہنے لگے یہ تو عکس ہے جیسے پانی پر، اس میں انسان کی بناوٹ کا دخل نہیں۔ میں نے کہا کہ غلط ہے اس میں انسانی بناوٹ کا دخل ہے، اس لئے کہ

کیمرہ خود بخود تصویر نہیں کھینچتا، ابتداء انسان کے فعل ہی سے ہوتی ہے، پھر صفائی بھی اس کے فعل ہی سے ہوتی ہے"۔ (حیات محمود:۲/۳۸۲)

محی السنہ حضرت شاہ ابرالحق صاحبؒ کا واقعہ

آئینۂ مظاہرالعلوم کے معاون مدیر "آئینہ مظاہرالعلوم محی السنہ نمبر" میں حضرت شاہ صاحبؒ کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا: "احقر کی ایک جگہ دعوت تھی، بس صاحب نے چالاکی سے فوٹو کھینچ لیا، اچانک روشنی سے میں سمجھ گیا، پہلے تو انہوں نے دھوکہ دینا چاہا کہ یہ روشنی جو ہوئی ہے کیمرہ کی نہ تھی، بجلی کا بلب فیوز ہویا بجلی کا تار خراب ہوگیا۔ میں نے کہا کہ کیمرہ مجھے دیجئے، میں نے اس پر قبضہ کیا اور کہا کہ پوری ریل اس کی میرے سامنے ضائع کردو، ورنہ میں اس گھر میں کبھی قدم نہ رکھوں گا اور نہ اس وقت تک کھانا کھاؤنگا اور ابھی واپس جاتا ہوں۔ بس سب کا مزاج ٹھیک ہوگیا، ۳۲/روپے کی تمام ریل تباہ ہوگئی، زندگی بھر کے لئے سبق مل گیا"۔ (رسالہ مذکورہ:۸۷)

مولانا ناصرالدین مظاہر حضرت شاہ صاحبؒ کے حالات درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

جہاں فوٹو کھینچے جارہے ہوں، اسراف ہورہا ہو وہاں بھی تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ (رسالہ مذکورہ:۵۲)

ٹی وی اور ویڈیو کی تصویر بھی حرام ہے

عکسی تصویر کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ٹی وی اور ویڈیو کے بارے میں بھی ان علماء عرب کے فتاوی سے ان کا نظریہ پیش کردیں، ان حضرات کے فتاوی سے اس سلسلہ میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ ٹی وی کی موجودہ صورت حال میں وہ اس کو جائز

نہیں حرام قرار دیتے ہیں، اسی طرح ویڈیو کی تصاویر کو بھی حرام کہتے ہیں، ہاں اگر ان دونوں کو جاندار کی تصویر اور دیگر محرمات سے پاک کرلیا جائے اور ان کے ذریعہ کوئی دینی پروگرام یا جائز پروگرام پیش کیا جائے تو یہ حضرات اس صورت میں ان قیودات کے ساتھ ان کو جائز کہتے ہیں۔ اور یہی تمام علماء کا نظریہ ہے، اور ہم نے اس پر اپنی کتاب ''ٹیلی ویژن اسلامی نقطۂ نظر سے'' میں سیر حاصل بحث کردی ہے۔

لیجئے اس سلسلہ میں علماء عرب کے چند فتاوی ملاحظہ کیجئے۔

(ا) "اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء" سے کسی نے ٹیلی ویژن کے بارے میں جواز وعدم جواز کا سوال کیا ہے، اس کے جواب میں "اللجنة الدائمة" کے مفتیان: شیخ علامہ عبدالعزیز ابن باز، شیخ عبدالرزاق عفیفی، شیخ عبداللہ بن غدیان اور شیخ عبداللہ بن قعود، ان سب نے یہ جواب لکھا ہے:

" وأما التلفزيون فيحرم ما فيه من غناء و موسيقي و تصوير وعرض صور و نحو ذلك من المنكرات ، ويباح ما فيه من محاضرات إسلامية و نشرات تجارية أو سياسية و نحو ذلك مما لم يرد في الشرع منعه ، وإذا غلب شره على خيره كان الحكم للغالب"

(فتاوی اللجنة الدائمة:۱/۴۶۶، رقم الفتوی:۴۵۱۳)

(اور رہا ٹیلی ویژن تو اس میں جو گانا، موسیقی اور تصویر سازی اور تصاویر کی پیشکش، اور دیگر منکرات پائے جاتے ہیں یہ حرام ہیں، اور اس (ٹیلی ویژن) میں جو اسلامی محاضرات اور تجارتی اور سیاسی خبریں وغیرہ ہوتے ہیں وہ جائز ہیں جن کا

ممنوع ہونا شرع میں وارد نہیں ، اور اگر اس میں شر کو خیر پر غلبہ ہو جائے تو حکم غالب کا ہوگا)

(۲)اسی طرح " اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء " کی جانب سے ایک اور فتوے میں ، جو اس سوال کے جواب میں ہے کہ :

'' آپ لوگ بہت پہلے سے تصویر کی حرمت کا فتوی دے چکے ہیں ، مگر آجکل تصویر کی ایک قسم پائی جاتی ہے جس کو ہم ٹیلی ویژن اور ویڈیو وغیرہ فلمی ریلوں میں دیکھتے ہیں اس طرح کہ آدمی کی صورت - جیسا لوگ کہتے ہیں - محسوس معلوم ہوتی ہے اور ایک طویل زمانے تک کے لئے محفوظ ہو جاتی ہے ، تو اس تصویر کا کیا حکم ہے ؟ ''

اس کے جواب میں "اللجنة الدائمة " نے لکھا ہے کہ :'' حكم التصوير يعم ما ذكرتَ'' (تصویر کا حکم ان سب کو شامل ہے جو آپ نے ذکر کئے ہیں)

(فتاوى اللجنة الدائمة :۱/۴۶۷، رقم الفتوی: ۵۸۰۷)

(۳)''اللجنة الدائمة'' سے ایک سوال یہ کیا گیا کہ :

" هل التصوير الذي تستخدم فيه كاميرا الفيديو ،

يقع حكمه تحت التصوير الفوتوغرافي ؟

(کیا وہ تصویر جس میں ویڈیو کیمرا استعمال کیا جاتا ہے ، اس کا حکم فوٹو گرافی کی تصویر کے تحت داخل ہے ؟)

اس کا جواب ''اللجنة الدائمة'' نے لکھا اور اس فتوے پر سعودی عرب کے چھ علماء کے دستخط ثبت ہیں ، اور وہ علماء یہ ہیں : صدر لجنہ شیخ عبد العزیز ابن باز ، نائب صدر شیخ عبد الرزاق العفیفی ، رکن لجنہ عبد اللہ بن غدیان ، رکن لجنہ شیخ صالح بن

فوزان، رکن لجنہ شیخ عبدالعزیز آل الشیخ، رکن لجنہ شیخ بکر بن عبداللہ ابوزید، ان سب علماء کی تصدیق سے یہ جواب لکھا گیا کہ:

" نعم ، حكم التصوير بالفيديوحكم التصوير الفوتوغرافي بالمنع والتحريم لعموم الأدلة "

(فتنة تصوير العلماء:۱۹)

(ہاں! ویڈیو کی تصویر کا حکم بھی عموم دلائل کی وجہ سے فوٹوگرافی کی تصویر کی طرح منع وحرام ہونے ہی کا حکم رکھتا ہے)

(۴) ایک مصری عالم شیخ ابو ذر قلمونی نے اپنی کتاب " فتنة تصوير العلماء والظهور في القنوات الفضائية " میں "مجلة البحوث، عدد:۴۲، ص:۱۶۱ کے حوالے سے لکھا ہے کہ شیخ علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا کہ:"ویڈیو کے ذریعہ محاضرات یعنی تقریر ولکچر کی تصویر لینا کیسا ہے تاکہ دوسرے مواقع پر ان سے استفادہ کیا جائے؟ اس کا جواب آپ نے یہ دیا کہ:

" هذا محل نظر ، وتسجيلها بالأشرطة أمر مطلوب ولا يحتاج معها إلى الصورة ولكن الصورة قد يحتاج إليها بعض الأحيان حتى يعرف و يتحقق أن المتكلم فلان فالصورة توضح المتكلم وقد يكون ذلك لأسباب أخرى فأنا عندي في هذا توقف لأجل ما ورد من الأحاديث في حكم التصوير لذوات الأرواح وشدة الوعيد في ذلك "

(فتنة تصوير العلماء:۱۳)

(یہ محل نظر ہے، اوران محاضرات ولکچرس کا کیسیٹ میں ریکارڈ کرنا مطلوب ہے، اوراس کے لئے صورت کی کوئی ضروت نہیں ہوتی، صورت کی ضرورت تو کبھی کبھی پیش آتی ہے تاکہ معلوم ومتحقق ہوکہ فلاں بول رہا ہے، لہذا تصویر تو متکلم کی وضاحت کرتی ہے، اوراس کی ضروت کبھی بعض دوسرے اسباب سے بھی ہوتی ہے، پس مجھے اس میں اس وجہ سے توقف ہے کہ جاندار کی تصویر کا حکم اوراس بارے میں سخت وعید احادیث میں وارد ہوئی ہے)

(۵) نیز شیخ علامہ عبدالعزیز ابن باز ہی سے پوچھا گیا کہ:

”هل جهاز التلفزيون يدخل ضمن التصوير أم أن ما يُعْرَضُ في هذا الجهاز من برامج سيّئة هو الحرام فقط؟“

(کیا ٹیلی ویژن بھی تصویر کے حکم میں داخل ہے؟ یااس آلے پر جو برے پروگرام پیش کئے جاتے ہیں صرف وہ حرام ہیں؟) اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ:”كل التصوير محرّمٌ“ (تمام قسم کی تصویریں حرام ہیں)

(فتنة تصوير العلماء: ۱۴)

(۶) شیخ علامہ عبدالعزیز ابن باز لکھتے ہیں کہ:

”وأما التلفزيون فهو آلة خطيرة و أضرارها عظيمة كالسينما أو أشد ، وقد علمنا عنه من الرسائل المؤلفة في شانه و من كلام العارفين به في البلاد العربية وغيرها ما يدل على خطرته وكثرة أضراره بالعقيدة والأخلاق وأحوال المجتمع ، وما ذلك إلا لما يبث فيه من تمثيل الأخلاق السافلة والمرائي الفاتنة والصور الخليعة وشبه

العاريات والخطب الهدامة والمقالات الكفرية والترغيب في مشابهة الكفار في أخلاقهم و أزيائهم و تعظيم كبرائهم وزعمائهم والزهد في أخلاق المسلمين وأ زيائهم والاحتقارلعلماء المسلمين وأبطال الإسلام وتمثيلهم بالصور المنفرة منهم والمقتضية لاحتقارهم والإعراض عن سيرتهم وبيان طرق المكر والاحتيال والسلب والنهب والسرقة وحياكة المؤامرات والعدوان على الناس ، ولاشك أن ما كان بهذه المثابة وترتبت عليه هذه المفاسد يجب منعه والحذر منه وسد الأبواب المفضية إليه ، فإذا أنكره الاخوان المتطوعون و حذروا منه فلا لوم عليهم في ذالك لأن ذلك من النصح للّٰه و لعباده "

(فتاوی شیخ عبدالعزیز ابن باز: ۱۸۹/۳)

(رہا ٹیلی ویژن تو وہ ایک خطرناک آلہ ہے اوراس کے نقصانات سنیما کی طرح بہت بڑے ہیں بلکہ اس سے بھی شدید ہیں، اورہم ٹیلی ویژن کے بارے میں لکھے ہوئے رسائل اورعرب ممالک وغیرہ میں اس کی جانکاری رکھنے والے لوگوں کے کلام سے یقیناً اس کے متعلق وہ باتیں جانتے ہیں جواس کی خطرناکی اورعقیدے ،اخلاق اورمعاشرے کے احوال پراس کے نقصانات پر دلالت کرتے ،اور یہ اسی لئے ہے کہ اس میں گرے ہوئے اخلاق اورفتنہ پرورمرثیوں ،فحش اورننگی عورتوں کی تصاویراور دین کومنہدم کرنے والے بیانات اورکفریہ مقالات اوراخلاق وعادات اورطورطریقوں میں کفار سے مشابہت کی ترغیب ،اوران کے بڑوں اورلیڈروں کی تعظیم ،اورمسلمانوں کے اخلاق وطوروطریقوں سے بے رغبتی اوران کے علماء اور

اسلام کے بہادروں کی تحقیر وتوہین اور ان سے نفرت پیدا کرنے والی اور ان کی حقارت کا تقاضا کرنے والی تصاویر اور ان کی سیرتوں سے اعراض ، اور دھوکہ، حیلہ بازی،لوٹ گھسوٹ، چوری اور سازشوں اور لوگوں پرظلم زبردستی کی نقالی کو پیش کیا جاتا ہے۔اوراس میں کوئی شک نہیں کہ جو چیز اس حالت پر ہو اوراس پر یہ مفاسد مرتب ہوتے ہوں،اس سے منع کرنا، ڈرانا اوراس تک لے جانے والے دروازوں کو بند کرنا واجب ہے،لہذا جو مطوع (رضا کار) بھائی اس پر انکار کرتے اوراس سے ڈراتے ہیں ان پر کوئی ملامت نہیں ، کیونکہ یہ اللہ کے لئے اور بندوں کے حق میں خیر خواہی ہے)

(۷)بعض لوگوں کو شیخ عبدالعزیز ابن باز کے متعلق یہ غلط فہمی تھی کہ آپ ویڈیو کو جائز کہتے ہیں،اس کے بارے میں ان سے قریب رہنے والے شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ الراجحی سے سوال کیا گیا،توانھوں نے کہا کہ:

"أما بعد فإني لا أعلم أن سماحة شيخنا عبد العزيز ابن باز يفتي بجواز التصوير بالفيديو !!! وإنما الذي أعلمه أنه يفتي بمنع التصوير مطلقاً إلا للضرورة كالتصوير لبطاقة الأحوال أو جواز السفر أو لرخصة قيادة السيارة أو للشهادة العلمية"

(فتنة تصوير العلماء: ۱۵)

(بعد حمد وصلوۃ کے واضح ہو کہ بیشک میں نہیں جانتا کہ ہمارے شیخ عبدالعزیز بن باز ویڈیو سے تصویر لینے کے جواز کا فتوے دیتے تھے، میں تو بس یہ جانتا ہوں کہ آپ مطلقا تصویر کے ممنوع ہونے کا فتوے دیتے تھے ، سوائے اس کے کہ کوئی

ضرورت ہو، جیسے شناختی کارڈ، پاسپورٹ، ڈرائیونگ لائسنس، اور تعلیمی سرٹیفکیٹ کے لئے تصویر)

(٨) شیخ علامہ صالح بن فوزان سے سوال کیا گیا کہ

:" مَا حُكْمُ اسْتخدامِ الوَسَائِلِ التعليميَّةِ منْ فيديو، و سينما، وغيرهما في تدريس الموادّ الشرعيّة كالفقه والتفسير وغيرها من الموادّ الشرعية ؟ وهل في ذلك محدود شرعي "

(شرعی علوم جیسے فقہ وتفسیر وغیرہ کی تعلیم وتدریس کے لئے ویڈیو اور سینما وغیرہ تعلیمی وسائل سے مدد لینے کا کیا حکم ہے؟ اور کیا اس میں کوئی شرعی حد ہے؟)

اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ:

" الّذيُ أ راه أنّ ذلك لايجُوزُ ؛ لأنّهُ لا بُدّ أن يكون مصحوباً بالتصوير ، و التصوير حرام ، وليس هُناك ضرورةٌ تدعو إليه "

(المنتقى:٣/٢٠٦)

(میرا خیال یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے، اس لئے کہ ان میں لازم ہے کہ یہ تصویر سے منسلک ہوں، اور تصویر حرام ہے اور یہاں کوئی ایسی ضرورت بھی نہیں جو اس کی داعی ہو)

(٩) شیخ صالح الفوزان نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ:

" المشروع للمسلم رجلاً كان أو امرأةً احترام شهر رمضان و شغله بالطاعات وتجنب المعاصيوالسيئات في كل وقت وفي رمضان آكد لحرمة الزمان ، والسهر

لمشاهدة الأفلام والمسلسلات التيتعرض في التلفاز أو الفيديوأو بواسطة الدش أو استماع الملاهي والأغاني كل ذلك محرم ومعصية في رمضان و غيره لكنه في رمضان أشد إثماً“

(مسلمان خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو اس کے لئے مشروع یہ ہے کہ رمضان کا احترام کرے اور نیکیوں سے رمضان کو مشغول رکھے، اور معاصی اور گناہوں سے ہر وقت پرہیز کرے اور رمضان میں زمانے کے تقدس کی وجہ سے اور زیادہ کرے، اور فلموں اور ان پروگراموں کو دیکھنے کے لئے جاگنا جو ٹیلی ویژن اور ویڈیو یا بذریعہ ڈش پیش کئے جاتے ہیں یا لہو ولعب کا اور گانوں کا سننا یہ سب کا سب رمضان و غیر رمضان ہر وقت حرام ہے لیکن رمضان میں اور زیادہ گناہ کا باعث ہے)

(المنتقی:۷۸/۵)

(۱۰) شیخ ناصر الدین الالبانی نے ایک سوال کے جواب میں ”ٹیلی ویژن“ کے بارے میں لکھا ہے:

” فهُنا حينما نقول : الصور الفوتوغرافية هل هي جائزة أو محرّمة؟نقول: إنّها محرمة إلّا مالا بُدّ منه ، كذلك التلفاز ، والتلفاز – الحقيقة– من المخترعات التي هي من حيث تعلّقها بالصور والتصوير هي من جهة أخطر و أشد تحريماً من الصور الجامدة غير المحركة ، لكنّه في الوقت نفسه هي إذا كانتُ مستثناةً من التحريم هيأنفع من هذه الصور الجامدة ، فإذاً حكم التلفاز كحكم التصوير الفوتوغرافى وغيره ، الأصل فيه حرام ، فما كان يجوز

بضرورة جاز، سواءٌ في التصوير الفوتوغرافي أو ما يتعلق بالتلفاز هذا التصوير المتحرك "

(فتاوی الشیخ الالبانی:۱۲۴)

(جب ہم یہاں یہ پوچھتے ہیں کہ کیا فوٹوگرافی کی تصویر جائز ہے یا حرام ہے ؟ تو ہم کہتے ہیں کہ حرام ہے الا یہ کہ کوئی ضرورت ہو، اسی طرح ٹیلی ویژن بھی ہے، اور ٹیلی ویژن جو درحقیقت ان ایجادات میں سے ہونے کی وجہ سے جن کا صورتوں اور تصویر سازی سے تعلق ہے ، وہ ایک اعتبار سے جامد غیر متحرک تصاویر سے زیادہ خطرناک اور سخت حرام ہے، لیکن فی الوقت وہ اگر حرام ہونے سے مستثنیٰ ہو تو جامد تصاویر سے زیادہ نفع بخش بھی ہے ، پس اس صورت میں ٹیلی ویژن کا حکم فوٹوغرافی وغیرہ کی تصویر کی طرح ہے کہ اصل میں حرام ہے، لہٰذا جو تصویر بہ ضرورت جائز ہوگی وہ جائز ہے، خواہ وہ فوٹوغرافی کی تصویر ہو یا ٹیلی ویژن سے متعلق یہ متحرک تصویر ہو)

(۱۱) شیخ علامہ عبدالعزیز ابن باز نے اس سوال کے جواب میں کہ بعض علماء ٹی وی پر تصویر سے گریز کرتے ہیں اور آپ نے وسائل اعلام سے دعوت الی اللہ کا کام لینے کی بات کہی ہے؟ فرمایا کہ:

" لا شك أن استغلال وسائل الإعلام في الدعوة إلى الحق و نشر أحكام الشريعة و بيان الشرك ووسائله والتحذير من ذلك ومن سائر مانهى اللّٰه عنه من أعظم المهمات بل من أوجب الواجبات . . . . ولا شك أن البروز فيالتلفاز مما قد يتحرج منه بعض اهل العلم من أجل ما ورد من الأحاديث الصحيحة في التشديد في التصوير و لعن المصورين ولكن بعض أهل

العلم رأى أنه لا حرج في ذلك إذا كان البروز فيه للدعوة إلى الحق و نشر أحكام الاسلام والرد على دعاة الباطل عملا بالقاعدة الشرعية ، وهي ارتكاب أدنى المفسدتين لتفويت كبراهما إذا لم يتيسر السلامة منهما جميعاً ، وتحصيل أعلى المصلحتين ولو بتفويت الدنيا منهما إذا لم يتيسر تحصيلهما جميعاً"

(فتاوی الشیخ عبدالعزیز ابن باز:۲۴۴/۵)

(اس میں کوئی شک نہیں کہ ذرائع ابلاغ کا دعوت الی الحق، احکام شریعت کی نشرواشاعت، شرک اوراس کے ذرائع کی وضاحت اور شرک سے اور اللہ کی منع کردہ تمام باتوں سے ڈرانے میں استعمال کرنا بڑے اہم کاموں میں سے ہے، بلکہ اہم واجبات میں سے ہے،..............................،اوراس میں شک نہیں کہ بعض اہل علم ٹیلی ویژن پر آنے سے اس لئے احتراز کرتے ہیں کہ احادیث میں تصویر کے بارے میں سخت وعید اور تصویر لینے والوں پر لعنت وارد ہوئی ہے، اور بعض اہل علم کا خیال یہ ہے کہ ٹی وی پر آنے میں ایک شرعی قاعدے کی بنا پر کوئی حرج نہیں کہ جبکہ دعوت الی الحق ،احکام کی نشرو اشاعت اور باطل کی دعوت دینے والوں کی تردید مقصود ہو، اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ دو مفسدوں میں سے کم درجہ کے مفسدہ کا ارتکاب کرلیا جائے جبکہ بڑے مفسدے سے بچنا ممکن نہ ہو، اور دو مصالح میں سے اعلی کو لیا جائے اگرچہ ادنی کو چھوڑنا پڑے جبکہ دونوں مصالح کا پانا میسر نہ ہو)

(۱۲) شیخ عبدالعزیز ابن باز نے ٹیلی ویژن میں علماء کے آنے اور پروگرام پیش کرنے کے بارے میں یہ نظریہ اپنایا ہے کہ ضرورت کے تحت یہ جائز ہے، بلاضرورت جائز نہیں، وہ اس سلسلہ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

” إن على المسئولين في الدول الإسلامية أن يتقوا الله في المسلمين وأن يولوا هذه الأمور لعلماء الخير والهدى والحق ،كما أن على علمائنا أن لا يمتنعوا من إيضاح الحقائق بالوسائل الإعلامية وألا يدعوا هذه الوسائل للجهلة والمتهمين وأهل الإلحاد ، وأن يوجهوها على الطريقة الإسلامية حتى لا يكون فيها ما يضر المسلمين شيبا أو شبانا ، رجالا أو نساء ،كما وأن على العلماء أن يقدموا للناس إجابات وافية حول ما يبثه التلفاز ريثما يتولاها الصالحون ،وأن على الدول الإسلامية أن تولي الصالحين حتى يبثوا الخير و يزرعوا الفضائل“

(فتاوی شیخ ابن باز: ۲۲۸/۵)

(اسلامی مما لک میں ذمہ داروں کو چاہئے کہ وہ اللہ سے ڈریں اوران معاملات (ٹی وی وغیرہ) کا متولی علماء خیر وعلماء حق کو مقرر کریں جیسے کہ ہمارے علماء کے ذمہ ہے کہ وہ ذرائع ابلاغ سے حقائق کی وضاحت سے منع نہ کریں اوراس ذرائع کو جاہلوں اور دین میں متہم لوگوں اور اہل الحاد کے لئے نہ چھوڑ دیں اور یہ کہ ان ذرائع کو اسلامی طریقہ کے مطابق ڈھالیں یہاں تک کہ ان میں کوئی بات مسلمانوں میں سے کسی بوڑھے یا جوان، مرد یا عورت کو نقصان دینے والی بات نہ رہے، جیسے کہ علماء کے ذمہ ہے کہ وہ لوگوں کو اب چیزوں کے بارے میں شافی جوابات دیں جو ٹیلی ویژن نشر کرتا ہے تا کہ صالح لوگ اس کی تولیت وذمہ داری اٹھائیں، اوراسلامی مما لک پر لازم ہے کہ صالحین کو ان کا ذمہ دار بنائیں تا کہ خیر پھیلائیں اور فضائل کو لوگوں میں بوئیں)

(۱۳) کتاب ”فتنۃ تصویر العلماء“ میں لکھا ہے کہ:

" قال أحد العلماء :ومنكر عظيم أن يقوم المحاضر في المساجد يحاضر الناس والمصورة (أي الكاميرا) موجهة إليه والبث المباشر (أي التلفاز والقنوات الفضائية)داخل في التحريم فهو يعتبر صورة والناس يسمونه صورة فهي محرمة"

(**فتنة تصوير العلماء:٧-٨**)

(بعض علماء نے کہا کہ یہ بڑا منکر ہے کہ لکچر دینے والا مساجد میں لوگوں کو لکچر دے اور کیمرا اس کی طرف لگا رہے، اور بلا واسطہ نشر (جیسے ٹیلی ویژن اور انٹر نیٹ میں ہوتا ہے وہ) بھی حرمت میں داخل ہے، کیونکہ وہ تصویر ہی شمار ہوتی ہے اور لوگ بھی اس کو تصویر ہی کہتے ہیں، لہذا یہ حرام ہے)

(۱۴) شیخ یحیی بن موسی الزہرانی امام الجامع الکبیر، تبوک نے اپنی کتاب " الرویۃ الاسلامیہ لوسائل الاعلام" میں "فتاوی علماء البلد الحرام" کے حوالے سے شیخ عثیمین کا یہ فتوی درج کیا ہے کہ:

" لا شك أن الدول الكافرة لا تألوا جهداً في إلحاق الضرر بالمسلمين عقيدةً و عبادةً و خلقاً و آداباً و أمناً ،وإذا كان كذلك فلا يبعد أن تبث من المحطات ما يحقق مرادها ، عليه لا يجوز اقتناء ها ولا الدعاية لها ولا بيعها ولا شراؤ ها ؛ لأن هذا من التعاون على الإثم والعدوان"

(بحوالہ الرویۃ الاسلامیۃ لوسائل الاعلام:**۲۹**)

(بلاشبہ کافر ملک برابر و مسلسل مسلمانوں کو عقیدے وعبادت اور ان کے اخلاق وتہذیب کے لحاظ سے ضرر پہنچانے میں کوشاں ہیں، اور جب بات یہ ہے تو یہ

بعید نہیں کہ یہ لوگ ان (بلاغی واخباری) اسٹیشنوں کے ذریعہ وہ باتیں پھیلائیں جن سے ان کی مراد پوری ہوتی ہے، لہذا ٹیلی ویژن کا رکھنا، اس کی دعوت دینا، اس کا بیچنا وخریدنا سب ناجائز ہے، کیونکہ یہ گناہوں پر تعاون ہے)

(۱۵) فتاوی اسلامیہ میں ہے کہ ویڈیو کی فلم بیچنے کے بارے میں پوچھا گیا تو شیخ عبدالعزیز بن باز نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:

" هذه الأشرطة يحرم بيعها و اقتنائها و سماع ما فيها والنظر إليها لكونها تدعو إلى الفتنة والفساد . والواجب إتلافها والإنكار على من تعاطاها هسماً لمادة الفساد وصيانة المسلمين من أسباب الفتنة"

(فتاوی اسلامیہ:۲/۲۸۶)

(ان کیسٹوں کا بیچنا اور حاصل کرنا اوران میں جو کچھ ہے اس کا سننا اور دیکھنا حرام ہے کیونکہ یہ فتنہ وفساد کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور فساد کے مادے کو ختم کرنے اور مسلمانوں کو اسباب فتنہ سے بچانے کے لئے ان کو تلف کردینا اوران کے استعمال کرنے والے پر انکار کرنا واجب ہے)

(۱۶) شیخ صالح ابن عثیمین سے شادی کے موقعہ پر ہونے والی خرافات ومنکرات کے بارے میں سوال کرتے ہوئے فوٹوگرافی اور ویڈیوگرافی کے بارے میں بھی پوچھا گیا کہ اس کا کیا حکم ہے تو ان کا جواب یہ تھا کہ:

"وأما تصوير المشهد بآلة التصوير فلا يشك عاقل في قبحةولا يرضى عاقل فضلا عن مومن أن تلتقط صور

محارمه من الأمهات والبنات والأخوات والزوجات وغيرهن لتكون سلعة تعرض لكل أحد أو ألعوبة يتمتع بالنظر إليها كل فاسق . وأقبح من ذلك تصويرالمشهد بواسطة الفيديو لأنه يصور المشهد حيا بالمرأى والمسمع ،وهو أمر ينكره كل ذي عقل سليم ودين مستقيم ،ولا يتخيل أحد أن يستبيحه من عنده حياء و إيمان "

(فتاوى اسلامية:۱۸۷/۳)

(رہا اس موقعہ کی آلہ تصویر سے تصویر کشی کرنا تو کوئی عاقل اس کی قباحت میں میں شک نہیں کرتا اور کوئی عقلمند اس سے راضی نہیں ہوتا چہ جائیکہ کوئی مؤمن راضی ہو کہ اپنے محارم میں سے اپنی ماؤں ، بیٹیوں ، بہنوں اور بیویوں وغیرہ کی تصویر لی جائے ، تا کہ وہ ایک سامان کی طرح ہر کس و ناکس کے سامنے پیش کی جائے یا کسی کھلونے کی طرح ہر فاسق و فاجر اس کو دیکھکر لذت لے۔ اور اس سے بھی زیادہ بری بات یہ ہے کہ اس موقعہ کی تصویر ویڈیو سے لی جائے کیونکہ یہ ویڈیو موقعہ کی تصویر کشی اس طرح کرتا ہے کہ گویا وہ آنکھوں کے سامنے زندہ موجود ہے، اور یہ ایسی بری بات ہے کہ ہر عقل سلیم و دین مستقیم والا اس کا انکار کرتا ہے اور کوئی شخص یہ خیال نہیں کرسکتا کہ جس کے پاس حیاء و ایمان ہے وہ اس کو جائز قرار دے گا)

''ڈش آنٹینا'' کا حکم

آج کل ایک اور چیز کا رواج ہوگیا ہے جس کو''ڈش آنٹینا'' کہتے ہیں، اور اس کے ذریعہ دنیا بھر کے تمام ٹی وی اسٹیشنوں سے جب چاہے اور جو چاہے دیکھا جا

سکتا ہے،اس کے بارے میں بھی ان علماء کے کلام میں حکم بیان کیا گیا ہے، لیجئے ملاحظہ کیجئے:

(ا) ''ڈش آنٹینا'' کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا یہ جائز ہے؟ جبکہ اس میں تمام دنیا بھر کے چینلوں سے اچھی بری سب قسم کی چیزیں ٹیلی ویژن پر نمایاں کی جاتی ہیں؟اس کا جواب شیخ عثیمین نے دیا کہ:

”ولا شك أن الدول الكافرة لاتألوا جهداً في إلحاق الضرر بالمسلمين عقيدةً وعبادةً وخلقًا وآدابًاوأمنًا، وإذا كان كذلك فلايبعد أن تبث من هذه المحطات ما يحقق لها مرادها ،وإن كانت قد تدس في ضمن ذلك ما يكون مفيداً من أجل التلبيس والترويج ،لأن النفوس لا تقبل – بمقتضى الفطرة–ما كان ضرراً محضاً ،ولكن المؤمن حازم فطن علمه اللّٰه تعالى كيف يقارن بين المصالح والمفاسد وبين المنافع والمضار وعنده من القوة والشجاعة ما يستطيع به التخلص من أوضار هذه المفساد والمضمار وإذا كان أمر هذه الدشوش ما ذكر في السوال فإنه لا يجوز اقتناؤها والدعاية لها ولا بيعها و شرائها لأن هذا من التعاون على الإثم والعدوان المنهي عنه “۔

(فتاوى اسلامية: ٣٧٨/٤)

(اس میں شک نہیں کہ کافر حکومتیں مسلمانوں کو عقیدے،عبادت اخلاق و آداب اور امن کے لحاظ سے نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتیں، اور جب

معاملہ ایسا ہے تو یہ کوئی بعید نہیں کہ وہ ان ٹی وی اسٹیشنوں سے وہ بات نشر کریں جوان کی مراد کو پورا کرنے والی ہو، اگر چہ اسی کے ضمن میں تلبیس وترویج کے لئے مفید باتیں بھی اس میں ٹھونس دی جاتی ہیں، کیونکہ فطرۃً نفوس ان چیزوں کو قبول نہیں کرتے جو محض نقصان دہ ہوں، لیکن مومن بڑا محتاط اور ذہین ہوتا ہے جسے اللہ تعالی یہ سکھاتے ہیں کہ وہ کس طرح مصالح ومفاسد اور منافع ومضار کے مابین جوڑ پیدا کرے، اوراس کے پاس ایک قوت وشجاعت ہے جس سے وہ ان مفاسد ومضار کے نقصان سے بچ سکتا ہے، اور جب ان ڈشوں کا معاملہ وہ ہے جو سوال میں مذکور ہے تو ان کو لینا اوران کی دعوت دینا اوران کا بیچنا اور خریدنا سب ناجائز ہے کیونکہ یہ گناہ اور ظلم پرتعاون ہے جس سے منع کیا گیا ہے)

(۲) شیخ عبدالعزیز ابن باز نے ''ڈش آنٹینا'' کے متعلق بیان کہا کہ:

" أما بعد فقد شاع في هذه الأيام بين الناس ما يسمى "الدش"أو بأسماء أخرى، وأنه ينقل جميع ما يبث في العالم من أنواع الفتن والفساد والعقائد الباطلة والدعوة إلى أنواع الكفر والإلحاد مع ما يبثه من الصور النسائية ومجالس الخمر والفساد وسائر أنواع الشر الموجودة في الخارج بواسطة التلفاز ـ وثبت لدي أنه استعمله الكثيرمن الناس ، وأن آلاته تباع وتصنع في البلاد ، فلهذا وجب علي التنبيه على خطورته ووجوب محاربته والحذر منه وتحريم استعماله في البيوت وغيرها وتحريم بيعه وشرائه وصنعته أيضا لما في ذلك من الضرر العظيم والفساد الكبيروالتعاون على الإثم والعدوان ونشر الكفر والفساد بين

المسلمين والدعوة إلى ذلك بالقول والعمل ، فالواجب على
كل مسلم و مسلمة الحذر من ذلك والتواصي بتركه"

(فتاوی اسلامیہ:۴/۳۷۶)

(ہمارے اس زمانے میں ایک چیز شائع ہوئی ہے جس کو لوگ ''ڈش'' وغیرہ نام رکھتے ہیں، اور یہ وہ تمام چیزیں شائع کرتی ہے جو عالم میں مختلف قسم کے فتنے و فساد، عقائد باطلہ، اور کفر والحاد کی انواع واقسام کی طرف دعوت کی قبیل سے شائع ہوتی ہیں، ساتھ ساتھ عورتوں کی تصاویر، شراب وفساد کی مجالس اور دیگر شرور جو باہر کی دنیا میں موجود ہے اس کو بھی ٹیلی ویژن کے واسطے سے شائع کرتی ہے، اور میرے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس کو بہت سے لوگ استعمال کرتے ہیں اور یہ آلہ ہمارے شہروں میں بھی خریدا اور بیچا اور بنایا جارہاہے، لہذا مجھ پر واجب ہوا کہ میں اس کے خطرہ پر اور اس کی مخالفت اور اس سے پرہیز کے واجب ہونے پر اور گھروں وغیرہ میں اس کے استعمال کے حرام ہونے پر اور اس کے خریدنے، بیچنے اور بنانے کے حرام ہونے پر لوگوں کو تنبیہ کروں، کیونکہ اس میں عظیم نقصان، بڑا افساد، اور گناہ وظلم پر تعاون اور مسلمانوں کے درمیان کفر وفساد اور قول وعمل سے اس کی طرف دعوت ہے، لہذا ہر مسلمان مرد وعورت پر اس سے بچنا اور اس کو چھوڑنے کی نصیحت کرنا واجب ہے)

(۳) نیز شیخ ابن جبرین نے کہا کہ ''ڈش آنٹینا'' کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ:

" هذا الجهاز إذا حصل به استقبال ما تبثه الدول
الكافرة كاليهود والنصارى والرافضة وحصل بسببه بثة فتنة و

شك وميل إلى الحرام وفعل الجرائم من الزنا ونحوه ومن السرقة والاختلاس ومن افساد المال في سبيل الحصول على الحرام من المسكرات والمخدرات ومن الشكوك في العقائد الإسلامية ونشر الشبهات التي توقع المسلم في حيرة من دينه ومن تعظيم دين الكفار وتمجيد أفعالهم وإنتاجهم ونحو ذلك من المفاسد فإنه حرام بيعه وشراؤه والدعاية له و إيراده ونشره لدخول ذلك في التعاون عليه الإثم والعدوان ولكونه يتعاطى فعلا يجره إلى الفساد "

(فتاوی اسلامیہ:۳۷۸/۴)

(اس آلہ (ڈش آنٹینا) سے جب یہود ونصاری اور روافض کی کافر مملکتوں کی جانب سے نشر کی جانے والی باتوں کا استقبال ہورہا ہے اور اس کے سبب فتنہ اور دینی امور میں شک اور حرام چیزوں کی طرف میلان بڑھ رہا ہے، اور جرائم جیسے زنا وغیرہ اور چوری وڈکیتی اور نشہ آور چیزوں کے حاصل کرنے کے لئے مال کو بگاڑنا، اور اسلامی عقائد میں شکوک اور شبہات کی نشر واشاعت جو مسلمان کو دین کے بارے میں حیرت میں ڈالدے، اور کافروں کے دین کی تعظیم وبڑائی اور ان کے افعال اور ان کی چیزوں کی تعریف وتوصیف وغیرہ مفاسد پھیل رہے ہیں تو اس کا بیچنا، خریدنا، اس کی دعوت دینا، اس کو لانا اور نشر کرنا سب حرام ہے کیونکہ یہ تعاون علی الاثم والعدوان میں داخل ہے)

فلم کے بارے میں حضرت حکیم الامت تھانوی کا فتوی

ایک زمانے میں بائسکوپ یعنی تھیٹر میں اسلامی شخصیات پر فلم دکھائی جانے

لگی ،اور کچھ لوگوں نے اس کو پرچھائیں وعکس قرار دیکر جواز کی بات کہی ،مگر حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے اس کو متعدد وجوہ سے حرام قرار دیا اور ایک وجہ یہ بھی لکھی کہ:

''شریعت اسلامیہ میں جاندار کی تصویر مطلقا معصیت ہے،خواہ کسی کی ہو، اور خواہ مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ..............اور کسی مسلمان کی تصویر بنانا اور زیادہ معصیت ہے کہ اس میں ایسے شخص کو آلہ معصیت بنانا ہے جو اس کو اعتقاداً قبیح جانتا ہے................اگر چہ اس تصویر کی طرف کوئی امر مکروہ بھی منسوب نہ کیا گیا ہو، محض تفریح وتلذز کے لئے ہو، کیونکہ محرمات شرعیہ سے تلذذ بالنظر بھی حرام ہے''۔

(امداد الفتاوی:۲۵۸/۴)

ٹی وی کے بارے میں

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی کا فتوی

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ اس سوال کے جواب میں کہ ٹیلی ویژن پر کسی عالم کی تقریر سننا یا کرکٹ دیکھنا جائز ہے یا نہیں، بارہ وجوہات سے اس کو حرام قرار دیتے ہوئے ایک وجہ بالفاظ صریح یہ لکھی ہے:

''اس میں عموماً اصل کے بجائے فلم آتی ہے جو تصویر ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور جس مجلس میں تصویر ہو وہاں جانا بھی حرام ہے''۔

اور ایک وجہ یہ لکھتے ہیں:

''ٹی وی جیسے آلۂ لہو ولعب ، بے دینی ،فواحش ومنکرات کے مرکز پر دینی

پروگرام دکھائے جاتے ہیں، اور انہیں اشاعت اسلام کا نام دیا جاتا ہے، یہ دین کی سخت بے حرمتی ہے اور مسلمان کے لئے نا قابل برداشت توہین ہے''۔

(احسن الفتاوی:۱۹۹/۸)

وی سی آر کے بارے میں

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی کا فتوی

آپ نے اپنی نگرانی میں رسالہ ''ٹی وی کا زہر ٹی بی سے مہلک تر'' لکھوایا تھا ویڈیو کیسٹ کے بارے میں اس میں لکھا ہے کہ:

یہ اپنی فتنہ سامانی میں ٹی وی سے بھی دو گام آگے ہے، اس میں تو ہوتی ہی محفوظ تصویر ہے۔ بعض لوگ یہاں بھی وہی تقریر شروع کر دیتے ہیں کہ اس کی تصویر بھی پانی یا آئینہ میں دیکھنے والے عکس جیسی ہے، حالانکہ کوئی عقل کا کورا بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ تصویر و عکس دو بالکل متضاد چیزیں ہیں، تصویر کسی چیز کا پائیدار اور محفوظ نقش ہوتا ہے، عکس ناپائیدار اور وقتی نقش ہوتا ہے۔ اصل کے غائب ہوتے ہی اس کا عکس بھی غائب ہو جاتا ہے۔ ویڈیو کے فیتے میں تصویر محفوظ ہوتی ہے جب چاہیں، جتنی بار چاہیں، ٹی وی کی اسکرین پر اس کا نظارہ کرلیں، اور یہ تصویر تابع اصل نہیں، بلکہ اس سے بالکل لاتعلق اور بے نیاز ہے۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو مر کھپ گئے، دنیا میں ان کا نام و نشان نہیں، مگر ان کی متحرک تصویریں ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہیں۔ ایسی تصویر کو کوئی پاگل بھی عکس نہیں کہتا، صرف اتنی سی بات کو لیکر ویڈیو کے فیتے میں ہمیں تصویر نظر نہیں آتی، تصویر کے وجود کا انکار کر دیا، کھلا مغالطہ ہے۔ اگر یہ منطق تسلیم کرلی جائے کہ فیتے میں تصویر محفوظ نہیں بلکہ معدوم ہے، اور ویڈیو کیسٹ میں محفوظ نقوش ٹی وی اسکرین پر جا کر تصویر بنا دیتے ہیں، تو اس لاحاصل تقریر سے اصل حکم پر کیا اثر پڑا؟ تصویر محفوظ

ماننے کی تقدیر پر ٹی وی صرف تصویر نمائی کا ایک آلہ تھا، اب تصویر سازی کا آلہ بھی قرار پایا، کہ صرف تصویر دکھاتا ہی نہیں، بناتا بھی ہے۔ اب تو اس کی قباحت دو چند ہوگئی۔ ایک نہ شد دو شد۔ مختصر یہ کہ ٹی وی ویڈیو کیسٹ کی تصویر کے متعلق زائد از زائد یہ کہا جاسکتا ہے کہ سائنس کی ترقی نے فن تصویر سازی کو ترقی دیکر اس میں مزید جدت پیدا کردی، اور تصویر سازی کا ایک دقیق انوکھا طریقہ ایجاد کرلیا۔

(احسن الفتاوی: ۳۰۲/۸)

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی کا فتوی

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی نے ٹی وی پر حج فلم کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

جو شخص ٹی وی اور ویڈیو فلم کو جائز کہتا ہے وہ تو بالکل غلط کہتا ہے، شریعت میں تصویر مطلقا حرام ہے، خواہ دقیانوسی زمانے کے لوگوں نے ہاتھ سے بنائی ہو یا جدید سائنسی ترقی نے اسے ایجاد کیا ہو۔ جہاں تک ''حج فلم'' کا تعلق ہے اس کے بنانے والے بھی گناہ گار ہیں اور دیکھنے والے بھی، دونوں کو عذاب اور لعنت کا پورا پورا حصہ ملے گا۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳۸۶/۷)

آپ سے دینی بیان وتقریر ٹی وی اور ویڈیو پر سننے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ:

''ہماری شریعت میں جاندار کی تصویر حرام ہے اور آنحضرت ﷺ نے اس پر لعنت فرمائی ہے، ٹیلی ویژن اور ویڈیو فلموں میں تصویر ہوتی ہے، جس چیز کو آنحضرت ﷺ حرام وملعون فرمارہے ہوں اس کے جواز کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان چیزوں کو اچھے مقاصد کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے، یہ خیال بالکل لغو

ہے، اگر کوئی ام الخبائث (شراب) کے بارے میں کہے کہ اس کو نیک مقاصد کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے تو قطعا لغو بات ہوگی، ہمارے دور میں ٹی وی اور ویڈیو ام الخبائث کا درجہ رکھتے ہیں اور یہ سینکڑوں خبائث کا سرچشمہ ہیں۔

(آپ کے مسائل: ٣٨٩/٧-٣٩٠)

ایک اور سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

ٹی وی اور ویڈیو فلم کا کیمرہ جو تصویریں لیتا ہے وہ اگرچہ غیر مرئی ہیں لیکن تصویر بہرحال محفوظ ہے، اور اس کو ٹی وی پر دیکھا دکھایا جاتا ہے، اس کو تصویر کے احکام سے خارج نہیں کیا جا سکتا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہاتھ سے تصویر بنانے کے فرسودہ نظام کے بجائے سائنسی ترقی میں تصویر سازی کا ایک دقیق طریقہ ایجاد کرلیا گیا ہے۔ لیکن جب شارع ﷺ نے تصویر کو حرام قرار دیا ہے تو تصویر سازی کا طریقہ خواہ کیسا ہی ایجاد کرلیا جائے تصویر تو حرام ہی رہے گی۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ٣٩٧/٧-٣٩٨)

حضرت مولانا مفتی سید نجم الحسن امروہوی کا فتوی

جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن، نارتھ کراچی کے شیخ الحدیث اور رئیس دارالافتاء حضرت مولانا مفتی سید نجم الحسن مدظلہ العالی نے خالص تصویر کشی، تصویر سازی اور تصویر کے استعمال کے موضوع پر ایک علمی وتحقیقی اور قیمتی رسالہ ''ڈیجیٹل کیمرے کی تصویر کی حرمت پر مفصل ومدلل فتوی'' کے نام سے تالیف فرمایا ہے، جس میں مولانا موصوف نے اولاً احادیث وروایات، صحابہ وتابعین اور ائمہ مسالک کی تصریحات وتوضیحات کو مستند وموثوق بہا مراجع سے نقل فرما کر حرمت تصویر کے اجماعی واتفاقی ہونے کو ثابت فرمایا ہے، بعد ازیں ہاتھ سے بنائی جانے والی

تصویریں، فلم کیمرے اور ڈیجیٹل کیمرے کی تصویر کشی، ٹی وی اسکرین، موبائیل اسکرین پر آنے والی تصاویر وغیرہ جدید فروعی مسائل اور علماء زمانہ کے نقطہ ہائے نظر کا تفصیلی جائزہ لیا ہے، اوران مسائل کے حوالے سے جمہور اہل فتاوی کے مسلک کو نقلاً وعقلاً صحیح وراجح ثابت فرما کر بعض اہل علم کی جانب سے پیش کردہ اعتراضات وشبہات کے تحقیقی والزامی جوابات بھی دئے ہیں۔

الغرض تصویر کشی وتصویر سازی کے جملہ مسائل پر مع دلائل تفصیلی کلام کرنے کے بعد اخیر میں یہ فتوی دیا ہے کہ:

(الف) ہاتھ اور فلم کیمرے کی تصویر ایک حکم میں اس لئے ہے کہ جس طرح ہاتھ سے تصویر بنائی جاتی ہے، ویسے ہی کیمرے کا بٹن دبا کر تصویر کا عکس محفوظ کیا جاتا ہے۔ نیز مقاصد اور علل میں بھی دونوں برابر ہیں۔

(ب) ڈیجیٹل کیمرے میں (۱-۰) زیرو ون کے زید کا بعینہ عکس نہ ہونے کے باوجود اس کی حرمت کے تین وجوہ ہیں:

(الف) زید کی تصویر کے اصل ہونے کی بنا پر (ب) زید کی تصویر کے سبب ہونے کی بنا پر (ج) بوقت تعارض جانب حرمت کو ترجیح ہونے کی بنا پر۔

(ڈیجیٹل کیمرے کی تصویر کی حرمت پر مفصل ومدلل فتوی: ۱۴۷-۱۴۸)

اس رسالہ کا مطالعہ کرنے کے بعد ہندوپاک کے اساطین مدارس اسلامیہ اور حضرات علماء ومفتیان دین نے اپنی تصدیقات وتوثیقات کے ذریعہ اس فتوی کو مبنی برحق قرار دیا اور اپنا بھی وہی مسلک بتایا ہے۔ تصدیق کرنے والے مدارس کے نام یہ ہیں: (۱) دارالعلوم دیوبند (۲) ندوۃ العلماء (۳) جامعہ فاروقیہ کراچی پاکستان (۴) دارالافتاء ختم نبوت کراچی پاکستان (۵) جامعہ عربیہ احسن

العلوم کراچی پاکستان (٦) جامعہ خلفاء راشدین گریس ماری پور کراچی پاکستان (٧) جامعہ سکھر پاکستان (٨) دارالافتاء جامعہ اسلامیہ دارالعلوم رحیمیہ بلوچستان (٩) دارالافتاء قاسم العلوم ملتان، پاکستان (١٠) دارالافتاء دارالعلوم کبیر والا پاکستان (١١) دارالافتاء ربانیہ، جی، او، آر، کالونی کوئٹہ پاکستان (١٢) دارالافتاء جامعہ رشیدیہ آسیا آباد، بلوچستان۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی کا فتویٰ

مولانا خالد سیف اللہ صاحب کا فتویٰ اوپر بھی نقل کیا چکا ہے۔ جس میں وہ ویڈیوگرافی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

''لوگوں کو دین کی باتیں سکھانا، سیکھنے اور سکھانے کی ترغیب دینا یقیناً نہایت نیک کام اجر وثواب کا باعث ہے، لیکن اس کے لئے تصویر کشی اور فوٹوگرافی جائز نہیں، بلاضرورت شرعی تصویر کھینچنا اور کھنچوانا گناہ کبیرہ ہے''۔

(کتاب الفتاویٰ: ٦/١٦٩)

بریلوی مکتب فکر کے فتاوی

فتاوی بریلی شریف میں ہے کہ سوال کیا گیا کہ ایک امام صاحب کے گھر ٹیلی ویژن ہے،، وہ اس پر خبریں اور کرکٹ میچ دیکھتے ہیں، امام صاحب ٹیلی ویژن پر کھیل وخبریں اور چرند پرند والی چینل دیکھنے کو جائز کہتے ہیں، کیا ان امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہوگا؟

اس کا جواب علماء بریلویہ نے یہ دیا کہ ''کھیل جائز نہیں، اس کو دیکھنا بھی جائز نہیں، ٹیلی ویژن پر تصویریں چھپتی ہیں، اس پر کسی پروگرام کو دیکھنا جائز

نہیں، اس امام پر توبہ لازم ہے۔

(فتاوی بریلی شریف:۱۲۲)

نیز اسی میں لکھا ہے کہ ''ان امور میں تصویر کھینچنا کھینچوانا ہرگز جائز نہیں، علماء کرام نے ایسی صورت میں تصویر کشی کی اجازت دی ہے کہ جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو، تو اسی قدر رخصت ہے جتنے سے یہ کام ہو جائے۔ شرح الاشباہ میں ہے: ''**ما ابیح للضرورة یتقدر بقدرھا**'' تو محض رکارڈ کے لئے تصویر کشی کیوں کر جائز ہو سکتی ہے جبکہ ریکارڈ کے لئے رپورٹ کے ساتھ تصویر کوئی لازم و ضروری نہیں۔ جن جگہوں پر تصویر کشی و ویڈیو گرافی جیسے منکرات شرعیہ کا ارتکاب کیا جاتا ہو وہاں مسلمانوں کی شرکت ناجائز وحرام خواہ وہ مجلس سیاسی ہو یا مذہبی۔

(فتاوی بریلی شریف:۱۷۶)

عرب وعجم کے ان علماء کے فتاوی سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کیمرے سے لی جانے والی تصویر جس کو عکسی یا شمسی تصویر کہتے ہیں اور ٹی وی اور ویڈیو کی تصویریں بھی تصویر ہی کا حکم رکھتی ہیں اور عام تصویروں کی طرح ان کا حکم بھی حرام وممنوع ہونے ہی کا ہے، اور ان میں اگر فحش و بے حیائی بھی ہو تو اس کی حرمت مزید ہو جاتی ہے، اور یہ کہ موجودہ حال میں ٹیلی ویژن ایک خطرہ ہے اور اس کو علماء کرام کی رہنمائی میں اگر اسلامی طریقہ کے مطابق ڈھال لیا جائے تو خوب ورنہ اس کی حرمت واضح ہے۔

تمت

اس کتاب کے ملنے کے پتے

(۱) شعبۂ تحقیق اشاعت جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم بنگلور

(۲) محمود بک ڈپو بنگلور

(۳) مکتبہ فیضان شعیب (مدرسہ عربیہ رشیدیہ نسوان، ادیگری میسور)